تبلیغ کی اہمیت وفضیلت اور مبلغ کے اوصاف

تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

پروفیسر محمد مشتاق کلوٹا

صدر شعبہ اسلامیات پاکستان شپ اونرز گورنمنٹ ڈگری کالج نارتھ ناظم آباد کراچی

ایم اے ایم ایڈ وایم فل اسلامیات

ریسرچ اسکالر وفاقی اردو یونیورسٹی برائے فنون سائنس و ٹیکنالوجی کراچی

Prof. M. Mushtaq Klota

ABSTRACT

Allah Said in Surah Al-Imran "And let there be [arising] from you a nation inviting to [all that is] good, enjoining what is right and forbidding what is wrong, and those will be the successful."

Allah Said in the Holy Quran: "And whose words can be better than his, who calls (people) towards Allah, and performs good deeds and says: " I am one of those who submit to Allah" (Surah Fussilat)

The mission of Prophet Muhamamd (PBUH) was to restore the worship of the One True God, the creator and sustainer of the universe, as taught by Prophet Ibrahim and all Prophets of Allah. and to demonstrate and complete the laows of moral, ethical, legal and social conduct and all other matters of significance for the humanityat large.

By 634, Islam had taken over the entire Arabian peninsula. Within 100 years of Muhammad's (PBUH) death, it had reached the Atlantic in one direction and borders of China in the other. This success was due in large part to the military and political abilities of Muhammad's (PBUH) successors, the caliphs.

In fact during this age there is a day to day decline in our commitment to religion and objections against our true Faith are raised not only by disbelievers, but

also by present day Muslims.

Peoples offer the excuse that no one teaches them the religion of Islam with a keen interest and the Muslim scholars have an excuse that no one listens to them attentively. But none of these excuses valid before Allah. As a matter of fact, He will never accept the excuse of the common folk that they were ignorant about religious matters: for to learn religion and to make a serious effort to get knowledge of its practices is the personal responsibility of every Muslim. Since "ignorance of law is no excuse under any government.

Every Muslim has been commanded by Allah to prevent people from doing forbidden things. Even if we admit for a moment that Tabligh is the duty of Muslim scholars only, who do not perform it properly then it is particular duty of every Muslim to preach Islam.

The importance of Dawat and Tabligh is clear from Quran and Hadith. Therefore we can't limit Tabligh to scholars only nor can it be an excuse for us to neglect the same. Every Muslim should devote his time and energy to Dawat and Tabligh as much as we can.

اسلام ایک عالمگیر پیغام ہے اور اس کے قوانین بھی عالمگیر ہیں اور اس کا عالمگیر ہونا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اسلام تو تمام روئے زمین پر غالب اور نافذ ہونے کے لیے آیا ہے۔ یہ تمام انسانیت کے لیے ہے اور زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق رہنمائی فراہم کرتا ہے، اس لیے انسانیت کا یہ قافلہ صرف اسی فطری راستہ پر چل کر کامیاب ہوسکتا ہے اور انسانیت کی معراج پاسکتا ہے اور یہی پیغام انسانیت کے مسائل کا واحد حل ہے۔(۱) نبی ﷺ کی نبوت میں ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت و رسالت میں موجود نہیں۔ ان میں سے ایک نمایاں ترخصوصیت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اسلام کو کل دنیا کا مذہب واحد کہہ کر پیش کیا اور اسی لیے نبوت کے اس ابتدائی زمانے ہی سے جب کہ شہر مکہ کے رہنے والے بھی اسلام سے بخوبی واقف نہ ہوئے تھے رسول ﷺ نے دیگر اقوام اور دیگر ادیان کے لوگوں میں بھی تبلیغ کرنا شروع کردیا تھا۔ بلالؓ بن رباح، صہیبؓ رومی، سلمانؓ فارسی، عداسؓ نینوائی، وہ بزرگوار ہیں جو

حبش، یونان، ایران اور وسط ایشیا کی طرف سے دعوت وتبلیغ کے ثمر اولین بن کر اسلام میں داخل ہوئے تھے۔(۲)

اسلام دین رحمت بن کر ظاہر ہوا اور اپنی رحمت کی بارش سے انسانیت کی سوکھی ہوئی کھیتی ہری کردی۔ اسلام سے پہلے کے سارے مذاہب قومی تھے یعنی کسی قوم کی اصلاح اور ہدایت کے لیے آئے تھے۔ ان میں عالمگیریت نہ تھی۔ اسلام پہلا مذہب ہے جو عالمگیر ہدایت و رہنمائی کے لیے آیا۔(۳) اسلام اس دین کا نام ہے جو حضرت محمد ﷺ لیکر آئے۔ یہ نام یعنی اسلام آپ ﷺ کے کسی اجتہاد کی بناء پر نہیں رکھا گیا، بلکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ" وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلَامَ دِينًا" **ترجمہ**۔"اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کرلیا ہے"۔(۴)

اس دین میں اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف بطور رب العالمین(۵) کے کرایا کہ وہ دونوں عالم کا پروردگار ہے۔ رسول ﷺ کو کافتہ للناس (۶) اور رحمته للعالمین (۷) کے خطاب سے نواز۔ قرآن حکیم کے بارے میں فرمایا کہ یہ"ھدی للناس "(۸) اور"ھدی للعالمین "(۹) ہے۔ قرآن حکیم کا خطاب"یایھا الناس"(۱۰) انسانیت کے نام ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ خطبہ حجتہ الوداع جو اسلامی تعلیمات کا نچوڑ اور انسانی حقوق کا عالمگیر چارٹر ہے، میں آپ ﷺ نے ۱۵ مرتبہ"ایھا الناس "(۱۱) کا خطاب فرما کر واضح کر دیا ہے کہ اسلام کی تعلیمات کسی خاص علاقہ، قوم اور گروہ کے لیے نہیں ہے بلکہ عالمگیر انسانیت کے لیے ہیں۔ گویا اسلام میں دعوت وتبلیغ زمان ومکان، رنگ ونسل، فرقہ ومذہب ہر قسم کی حد بندیوں سے بالاتر ہے۔ اسلام پوری مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا کنبہ قرار دیتا ہے اور اس شخص کو بہترین قرار دیتا ہے جو اس کی مخلوق سے اچھا برتاؤ کرتا ہے۔"الخلق كلهم عيال الله واحب الخلق الى الله من احسن الىٰ عياله"(۱۲) **ترجمہ** "تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔"

قرآن میں"یایھا الذین امنوا" کے صفاتی نام کے ساتھ ۲۶۱ بار اور"یا یھا ا

لـــــنــــــاس " کا لفظ ۹۹ بار آیا ہے پہلی وحی میں دونوں بار خطاب بنی نوع انسان سے کیا گیا ہے۔(۱۳)

اولو العزم مبلغ و داعی علیہ ﷺ کا عالمگیر پیغام: اللہ تعالیٰ نے نوع انسان کی ہدایت(۱۴) کے لیے انبیاء ورسل(۱۵) کی بعثت اور کتب وصحائف کے نزول کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع فرمایا تھا(پہلے نبی ورسول حضرت آدم علیہ السلام اور آخری حضرت محمد ﷺ تھے)اس کا اختتام الکتاب وقرآن مبین(۱۶)پر اور اکمال واکمام ذات رسالت مآب ﷺ(۱۷) پر ہوا۔چودہ سو سال پہلے مکہ کی سنگلاخ وادیاں آمنہ کے لعل کے نور نبوت سے روشن ہوئیں، پھر یہی کرنیں چار دانگ عالم میں پھیلیں، حضور ﷺ کی آمد کا مقصد قرآن کی زبان میں خالق بیان فرماتے ہیں۔**هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ**(۱۸)**ترجمہ** "اللہ وہ ہے کہ جس نے حضور ﷺ کو ہدایت کے ساتھ بھیجا تاکہ آپ کا دین تمام دینوں پر غالب آجائے"

تمام حاملان منصب نوبت اور جملہ کار پردازان رسالت اگر چہ تاریخ عالم کے مختلف ادوار، مختلف دیار و امصار، اور مختلف اقوام وملل میں متفرق تہذیبی وتمدنی تناظر میں تشریف لائے(۱۹)تاہم وہ سب کے سب ہدایت ربانی سے سرفراز، اللہ کے فرستادہ اس کے پیغامبر **ممن هدينا و اجتبينا**(۲۰)**كلاً هدينا**(۲۱)صدق وصفا کے پیکر، داعی الیٰ الحق، اللہ کے پسندیدہ(الذین اصطفیٰ)(۲۲)**المصطفین الاخیار** (۲۳)اور منتخب خلائق(**الذین اصطفینا من عبادنا**)(۲۴)**کل من الاخیار** (۲۵)تھے اور بحیثیت مجموعی ان کے نبی، رسول، پیغمبر ہونے میں کوئی کلام نہیں کیا جاسکتا(**لانفرق بین احد منهم**)(۲۶)**لانفرق بین احد من رسله** (۲۷)البتہ یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ اپنے وجودِ ہستی، اپنی صفات، خصوصیات ذاتی اور اپنے اظہار کمالات منصبی کے اعتبار سے ہر نبی کی حیثیت الگ الگ، ہر رسول کا تشخص جدا جدا، ہر ایک کی فضیلت کا حوالہ مختلف ہے۔(۲۸)اور ہر پیغمبر بجائے خود منفرد ومتفرد ہے۔(۲۹)اللہ رب العالمین کے فرستادہ نبی، برگزیدہ رسول، ہادیٔ کائنات اور پیغمبر انسانیت

ہونے کی حیثیت سے ختم الرسل ﷺ کا فرض منصبی تھا کہ
ا۔تبلیغ دین اور ابلاغ حق فرمائیں (۳۰) اور اللہ نے جو پیغام عطا فرمایا ہے اسے من وعن بندگان خدا تک پہنچا کر حق امانت ادا کریں۔
۲۔تلاوت آیات، تعلیم کتاب و حکمت، تزکیہ نفس و قلوب (۳۱) اور تفسیر و تشریح کتاب فرمائیں (۳۲) ۳۔جہد مسلسل اور سعی پیہم سے دین حق کو دنیا میں غالب فرمائیں (۳۳)
۴۔لوگوں کے معاملات کا فیصلہ وحی الہیٰ کی روشنی میں فرمائیں اور انہیں عدل اور قسط پر قائم فرمائیں (۳۴) ۵۔جو سعید روحیں پیغام حق کو قبول کریں انہیں فوز وفلاح کی بشارت سنائیں اور جو شقی القلب دعوت ربانی کو ٹھکرانے پر تل جائیں انہیں اخروی نتائج اور انجام بد سے ڈرائیں۔(۳۵)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم عالمی نبی : آپ ﷺ کی نبوت عالمی نبوت ہے اور آپ ﷺ کا دین عالمگیر اور قیامت تک رہنے والا ہے۔(۳۶) مولانا مودودی کے نزدیک آپ ﷺ کی خصوصیات میں تکمیل دین، ختم نبوت اور نسخ ادیان سابقہ، عالمگیریت یا دعوت عام شامل ہیں۔(۳۷) تاریخ عالم میں عالمگیر نبی حضرت محمد ﷺ (۳۸) کی ہستی مبارک وہ واحد ہستی ہے جن کے عالم پر بے شمار احسانات ہیں اور اس کے دور رس اثرات ہیں۔حضرت محمد ﷺ (۳۹) کی رحمت خاصہ عیسائی' یہودیوں' کافروں' عورتوں' یتیموں' غلاموں' جانوروں اور بچوں وغیرہ کے لیے عام تھی۔آپ ﷺ کی آمد کے مقصد کو اس طرح سے بیان کیا جاسکتا ہے۔

1.To liberate man, to unite man

2.To Educate man and to humanise man

3. To Free from social discrimination(40)

رسول اللہ ﷺ کو ایک عالمگیر اور ہمہ گیر پیغمبر کی حیثیت سے عالمگیر انسانیت کی رہنمائی کے لیے مبعوث کیا گیا۔رسول اللہ ﷺ رحمۃ للمسلمین نہیں بلکہ رحمۃ للعالمین ہیں۔(۴۱) حضرت محمد ﷺ (۴۲) کی تمام صفات وخصوصیات کا بیان، آپ ﷺ کے جملہ امتیازات وکمالات کا احاطہ

اور دلالات ومعجزات کا استقصا اگر چہ ممکن نہیں ہے تاہم گفتگو کے لیے اور بطور مطالعہ واستقاضہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اوصاف وامتیازات رسالت پناہ ﷺ میں سے ایک وصف خاص اور نمایاں ترین امتیاز واعزاز یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت کسی خاص قوم، ملک، گروہ، آبادی یا خطے کے لیے نہیں ہوئی بلکہ آپ ﷺ کی بعثت عالمگیر انسانوں کے سب طبقات کے لیے ہے۔(۴۳) قرآن میں جہاں اہل کتاب سے نبی امی ﷺ پر ایمان لانے کا مطالبہ ہے، خاص سیاق وسباق کے ساتھ یہ کہہ کر ساکنانِ آفاق پر حجت تمام کی گئی۔ارشاد ربانی ہے کہ "قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعاً "(۴۴) **ترجمہ** (اے پیغمبر ﷺ) کہہ دو کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں"

نہ آپ ﷺ کا فرض منصبی عرب کی اصلاح یا عجم کی فلاح تک محدود تھا، نہ آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کو کسی خاص وقت یا زمانے سے مخصوص کیا گیا بلکہ آپ ﷺ کو خاتم الانبیا والرسل بنا کر اور پیغمبر انسانیت کی حیثیت سے بھیجا گیا۔آپ ﷺ کی بعثت ایک عالمگیر دعوت و پیغام کے ساتھ سارے عالم کے لیے جملہ انفس وآفاق کے لیے بلکہ تمام جن وانس کے لیے ہوئی۔(۴۵)

دعوت وتبلیغ

دعوت: دعوت کے لفظی معنی بلانے کے ہیں۔دعوت کا مفہوم بہت وسیع ہے، اسے چند اعمال میں منحصر کر لینا جہالت کی بات ہے۔یہ الگ بحث ہے کہ دعوت کا کون سا طریقہ سنت کے زیادہ قریب اور تاثیر میں زیادہ فائق ہے، جہاں تک دعوت کے اطلاق کی بات ہے تو اس سے مراد ہے "لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلانا" یہ بلانا خواہ زبان کے ذریعہ ہو، قلم کے ذریعہ ہو، مال کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے ہو یا اس کے لئے کوئی بھی صورت اختیار کی جائے دعوت کے مفہوم میں داخل ہے۔مقرر اپنی زبان سے لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہے، ادیب اپنے قلم سے، مجاہد اپنی تلوار سے، مؤذن اپنی اذان سے اور سخی اپنے مال سے۔دعوت ان تمام اعمال کو

شامل ہے۔(۴۶)

پیغمبرانہ دعوت کی تاثیر یہ تھی کہ اس نے لبیک کہنے والوں کو بچالیا اور گردن پھیرنے والوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ یہ اصول قرآن مجید میں اس طرح بھی واضح کیا گیا ہے کہ **فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلاَغُ وَعَلَیْنَا الْحِسَاب** (۴۷) **ترجمہ:** ''تیرا ذمہ تو پہنچا دینا ہے اور ہمارا ذمہ ہے حساب لینا'' اگر دعوت کا انکار کرنے والے انکار کر کے بھی تباہی و ہلاکت اور عذاب الٰہی سے بچ جائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دعوت ابھی بلاغ کامل کے درجے کو نہیں پہنچی کیونکہ دعوت اور بلاغ اگر کامل ہو تو مثبت اور منفی ہر دونوں نتائج کا ظاہر ہونا لابدی اور ضروری ہے۔ قرآن اپنی نسبت یہی دعویٰ کر رہا ہے کہ **هٰـذَا بَلاَغٌ لِّلنَّاس** **ترجمہ** ''یہ (قرآن) لوگوں کے لیے کاملاً پیغام کا پہنچا دینا ہے'' (۴۸) یعنی قرآن مجید کی دعوت، دعوت کاملہ ہے۔ اس کے اصولوں پر چلنا زندگی کی ضمانت ہے اور اس سے انحراف موت کا پیش خیمہ ہے۔ للناس سے مراد یہ ہے کہ دعوت محمدی ﷺ یعنی قرآن مجید نسل انسانی کے تمام طبقات کے لیے مساوی ہے۔ مسلم ہوں یا غیر مسلم، عروج و زوال اور کامیابی و ہلاکت کے خدائی قوانین اٹل ہیں۔ جو شخص قرآن حکیم کی بیان کردہ ڈگر پر چلے گا عظمت و کمال سے ہمکنار ہوگا اور جو کوئی اس ڈگر سے ہٹے گا ذلت و رسوائی کا شکار ہوگا۔(۴۹)

تبلیغ: تبلیغ کے لغوی معنی انتہا یا آخری ٹھکانے تک پہنچانے کے ہیں۔ دینی اصطلاح میں اس کے معنی اللہ تعالیٰ کا پیغام دوسرے بندوں تک پہنچانا ہیں۔ تبلیغ کا مقصد اور غرض و غایت بھی یہ ہے کہ قیامت کے دن لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ ان تک اللہ کی ہدایت نہیں پہنچی تھی ورنہ وہ ضرور نیکی اختیار کرتے۔ مطلب یہ تبلیغ اتمام حجت (دلیل پوری کرنے کے لیے) ہے۔(۵۰) ارشاد ربانی ہے: **رُسُلاً مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنذِرِيْنَ لِئَلاَّ يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزاً حَكِيْماً** (۵۱) **ترجمہ:** ''سارے رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تاکہ لوگوں کے پاس رسولوں کے بعد اللہ کے مقابلہ میں کوئی دلیل باقی نہ رہ جائے اور اللہ بہر حال غالب اور حکمت والا ہے۔'' قرآن مجید میں تبلیغ کے لیے ابلاغ کا لفظ

ہے۔قرآن حکیم کو "بَلاغٌ لِلنَّاس" (۵۲) سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کی تعلیمات کو نوع انسانی تک پہنچانے کو قرآن ہی کی اصطلاح میں البلاغ سے موسوم کیا گیا ہے۔(۵۳) ارشاد ربانی ہے کہ وَإِن مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ (۵۴) **ترجمہ**: "اور اگر دکھلا دیں ہم تجھ کو کوئی وعدہ جو ہم نے کیا ہے ان سے یا تجھ کو اٹھالیں تو تیرا ذمہ تو پہنچا دینا ہے اور ہمارا ذمہ ہے حساب لینا" اور سیرت محمدی ﷺ کو اس پیغام الٰہی کا ابلاغ کامل ٹھہرایا گیا ہے۔ **بقول پروفیسر ملر** "اسلام دراصل ایک تبلیغی مذہب ہے۔جس نے اپنے آپ کو تبلیغ کی بنیادوں پر قائم کیا اس کی قوت سے ترقی کی اور اسی پر اس کی زندگی کا انحصار ہے۔" تبلیغ غیر مسلم اور مسلم دونوں کی جاسکتی ہے۔(۵۵)

قرآن مجید ہو یا انبیا سابقین پر نازل ہونے والی وحی ہر ایک کو اکثر و بیشتر البلاغ کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔حضور نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کی زبان اقدس سے وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (۵۶) **ترجمہ**: اور واضح طور پر پیغام پہنچادینے کے سوا ہم پر کچھ لازم نہیں ہے" کہ الفاظ سن کر مبلغین اسلام کے ذہنوں میں بالعموم یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ شاید مرد مومن پر اسلام کا حق بلاغ صرف اس قدر ہے کہ اللہ کا پیغام دوسروں کو سنا دیا جائے۔اسلامی روحانی نہیں بلکہ مادی فلاح کا بھی ضامن ہے۔ہر عہد میں اسلام کی تبلیغ کی ضرورت رہی ہے اور آج کے زمانے میں تو اس بات کی زیادہ ضرورت ہے کہ اسلام کی صحیح تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔(۵۷)

اگر نیکی کی تبلیغ رک جائے تو قوم گھاٹے میں رہتی ہے۔نیکی محض ٹھہراؤ نہیں حرکت کا نام ہے۔اگر اس میں پھیلاؤ اور وسعت پیدا نہ کی جائے تو یہ سکڑتی ہے۔اور جلد یا بدیر ختم ہو جاتی ہے۔تبلیغ کے دو اجزا ہیں۔﴿۱﴾ نیکی کی اشاعت ﴿۲﴾ برائی کا روکنا۔جیسا کہ ارشاد ربانی ہے کہ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ (۵۸)
ترجمہ: "تم بہترین اُمت ہو کہ لوگوں کے (نفع رسانی) کے لئے نکالے گئے ہو۔تم لوگ نیک کام کا حکم کرتے ہو اور بُرے کام سے منع کرتے ہو"۔تبلیغ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے

قرآن کریم میں احکامات دیئے ہیں۔

جب ہم اشاعت اسلام کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ پاک و ہند، ایران، عرب، مصر، افریقہ، چین، جزائر ملایا، ممالک تاتار اور ترکستان میں اسلام صرف تبلیغ ہی کی وجہ سے پھیلا۔ افریقہ، جاوا، ساٹرا اور جزائر ملایا اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ اسالم کی زندگی تبلیغ اور صرف تبلیغ پر منحصر ہے۔ یہ تبلیغ ہی کی وجہ تھی کہ جب ایک طرف بغداد میں قتل عام جاری تھا تو دوسری طرف ساٹرا میں اسلام کی حکومت قائم ہو رہی تھی۔ ایک طرف قرطبہ سے اسلام مٹایا جا رہا تھا لیکن دوسری طرف جاوا میں اس کا علم بلند ہو رہا تھا۔ ایک طرف تاتاری اس کو مٹا رہے تھے لیکن دوسری طرف خود ان کے دلوں میں اسلام فتح کر رہا تھا۔ (۵۹)

بیرون مکہ تبلیغ اسلام

طائف کا تبلیغی سفر: نبوت کے دسویں سال میں جب ابو طالب کا بھی انتقال ہو گیا تو کافروں کو اور بھی ہر طرح کھلے مُہار اسلام سے روکنے اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کا موقع ملا۔ حضور اقدس ﷺ اس خیال سے ۲۷ شوال ۱۰ نبوی میں طائف تشریف لے گئے (۶۰) کہ وہاں ''قبیلہ بنو ثقیف'' کی بڑی جماعت ہے' اگر وہ مسلمان ہو جائے تو مسلمانوں کو ان تکلیفوں سے نجات ملے اور دین پھیلنے کے بنیاد پڑ جائے۔ اس سفر میں حضرت زید بن حارثہ ؓ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ راستے میں آنے والے تمام قبائل کو اسلام کی دعوت دیتے گئے مگر کسی نے بھی قبول نہ کی۔

وہاں پہنچ کر قبیلے کے تین سرداروں سے جو بڑے درجے کے سمجھے جاتے تھے گفتگو فرمائی اور اللہ کے دین کی طرف بلایا اور اس کے رسول کی یعنی اپنی مدد کی طرف متوجہ کیا۔ مگر ان لوگوں نے بجائے اس کے کہ دین کی بات کو قبول کرتے یا کم سے کم عرب کی مشہور مہمان نوازی کے لحاظ سے ایک نئے مہمان کی خاطر تواضع کرتے صاف جواب دے دیا اور نہایت بے رخی اور بداخلاقی سے پیش آئے۔ (۶۱) جب ان سے مایوس ہو کر واپس ہونے لگے تو ان لوگوں نے شہر کے لڑکوں کو پیچھے لگا دیا کہ آپ ﷺ کا مذاق اڑائیں' تالیاں پیٹیں' پتھر ماریں حتی کہ آپ ﷺ کے

دونوں جوتے مبارک خون کے جاری ہونے سے رنگین ہوگئے۔(۶۲)

اس موقع پر فرشتہ حاضر ہوا اور کہا کہ اگر آپ ﷺ حکم فرمائیں تو میں اہل طائف کو ان کے دونوں طرف اونچے کھڑے ہوئے پہاڑوں کے درمیان کچل ڈالوں۔ مگر آپ ﷺ تو رحمت للعالمین تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا" مجھے امید ہے ان کی پشت سے اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں کریں گے۔(۶۳)

طائف سے تین میل باہر ربیعہ کے بیٹوں عتبہ اور شیبہ کا باغ تھا۔ وہاں آپ ﷺ انگوروں کی بیلوں کے سائے میں بیٹھ گئے۔ عتبہ و شیبہ نے جب آپ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا تو اپنے غلام کو کچھ انگور دے کر بھیجا۔(۶۴) اس کا نام عداس تھا اور وہ عیسائی تھا اور اصلاً حضرت یونس علیہ السلام کے شہر نینویٰ کا رہنے والا تھا۔ جب آپ ﷺ بسم اللہ پڑھ کر انگور کھانے لگے تو اس نے کہا کہ یہ کلمہ تو یہاں کے لوگ نہیں کہتے۔ آپ ﷺ نے پوچھا" تو کہاں کا ہے؟" تو اس نے بتایا نینویٰ کا۔ آپ ﷺ نے فرمایا" جہاں کا یونس بن متی تھا؟" اس نے پوچھا۔ آپ ﷺ کو کیسے معلوم ہوا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا" وہ بھی میرا بھائی پیغمبر تھا اور میں بھی اللہ کا رسول ہوں۔" اس پر وہ آپ ﷺ کے ہاتھ پیر چومنے لگا۔(۶۵)

جنوں کا ایمان لانا: طائف سے واپسی پر چند روز وادی نخلہ کے مقام پر قیام فرمایا۔ رات کے پہر میں کلام رب کریم کی منور آیات لب محبت پر مچل اٹھیں۔ خوش الحان آواز میں تلاوت شروع کی تو اس وقت ملک شام کے علاقہ نصیبین کے سات جن ادھر سے گزر رہے تھے۔ ان کے کانوں میں پُر تاثیر کلام کی رس گھو دینے والی آواز پڑی تو وہ رک گئے اور قرأت غور سے سننے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی خبر تھی اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آگاہ کیا۔(۶۶) اسی قیام کے دوران جنوں نے آپ ﷺ سے قرآن سنا اور ایمان لائے۔(۶۷) جیسا کہ سورہ احقاف کی آیت نمبر ۲۹ تا ۳۱ اور سورہ جن کی آیت میں مذکور ہے۔ سورہ جن کے آغاز میں ارشاد ہے کہ قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا (۶۸)

ترجمہ "اے پیغمبر (ﷺ) کہہ دیجئے مجھ کو حکم آیا کہ سن گئے کتنے لوگ جنوں کے پھر کہنے لگے ہم نے سنا ہے ایک قرآن عجیب۔" بعدازاں کافی بار جن آپ ﷺ سے آ کر ملے ایمان لائے ورقرآن سیکھا (۶۹)

مختلف قبائل میں تبلیغی دورے :جب حج کا موسم آتا تو مختلف قبائل مکہ کے آس پاس اترتے۔ رسول اللہ ﷺ ایک ایک قبیلہ کے پاس جاتے۔ دعوت اسلام دیتے اس طرح آپ ﷺ میلوں میں جاتے اور اسلام کی تبلیغ فرماتے۔ زہری نے لکھا ہے کہ بنو عامر بنی فزارہ، محارب بن عصفہ، غسان، مرہ، حنیفہ، سلیم، عبس، بنی نصر، بنو البکاء، کلب، حارث بن کعب، عذرہ، حضارمہ وہ مشہور قبائل تھے جن کے پاس جا کر آپ ﷺ نے تبلیغ کی۔ (۷۰) دشمن اسلام ابولہب ہر وقت سائے کی طرح ساتھ رہتا جب آپ ﷺ تقریر کرتے تو اب ابولہب کہتا کہ "یہ دین سے پھر گیا ہے اور جھوٹا کہتا ہے" اس کی باتیں نہ سنو۔ (۷۱)

اسلام کی شعاعیں مکہ سے باہر اور کچھ سعید روحوں کو قبول اسلام: حافظ ابن حجر نے اصابہ میں متعدد ایسے صحابہ کا ذکر کیا ہے جو یمن وغیرہ دور دراز مقامات سے رسول اللہ ﷺ کی تحقیق حال کے لیے مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور مخفی طور پر اسلام لا کر واپس گئے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری یمنی اور طفیل بن عمر دوسی یمنی کے خاندان میں جو اسلام پھیلا اس کی ابتدا قیام مکہ ہی کے زمانہ میں ہوئی تھی۔ (۷۲) حضرت سوید بن صامتؓ (۷۳)، ایازؓ بن معاذ، (۷۴) ضماد ازدیؓ (۷۵)، عمرو بن عنبسہ، حضرت طفیل بن عمرؓ دوسی، (۷۶) اور حضرت ابوذر غفاریؓ (۷۷) دعوت وتبلیغ کی محنت کے نتیجے میں مسلمان ہوئے۔

نبوت کے تیرہ سال مکہ میں اور سابقین اولین کی شان :نبوت کے تیرہ سال مکہ میں جس طرح گزرے ان میں مسلمانوں کی تعداد چند سینکڑوں سے زیادہ نہیں بڑھی تھی۔ لیکن یہ بھی عجیب کامیابی تھی کہ ان ایمان لانے والوں میں ۱۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی شان کے بزرگوار تھے۔ جن کی علمی فضیلت، عملی کشش وطاقت روشن ضمیری اور برترین قابلیت کے اوصاف نے چاردانگ عالم کی رہنمائی کی۔ ۲۔ مصعبؓ بن

عمیر، جعفر طیار اور ابو عبیدہ بن الجراحؓ کی سی اعلیٰ استعداد کے تھے جنہوں نے یثرب وحبش ونجران کو وعظ کے ذریعے مسلمان کرلیا۔ ۳۔ عبداللہ بن مسعودؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے منصب کے تھے جن کی علمی روایات سینکڑوں علمی نکات کی مخزن ہیں۔ ۴۔ زبیرؓ، طلحہؓ، عمارؓ و یاسرؓ کے درجے کے جن کی جاں نثاری وحق پسندی کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے۔ ۵۔ بلالؓ، سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، کعبؓ اور خبابؓ کے نمونے کے جنہوں نے اپنے استقلال واستقامت سے فرعون طبیعت ظالموں کو ظلم کرتے تھکا دیا تھا۔ ۶۔ سکرانؓ، شموسؓ، ام حبیبہؓ و خنیسؓ کے حوصلے کے جنہوں نے دین حقہ کے لیے خویش واقارب، وطن ومولد کو چھوڑ کر حبش میں جا اقامت کی تھی۔ ۷۔ لبیدؓ اور سویدؓ بن صامت الملقب کامل وانیسؓ برادر ابوذرؓ جیسے فصیح وبلیغ جو ایک ایک تقریر یا ایک ایک قصیدے سے کئی کئی قبیلوں پر قابو پالیتے تھے۔ انہی ایام میں اسلام مکہ باہر بھی پھیل گیا تھا۔ مثلاً حضرت طفیلؓ بن عمر دوسی جو ملک یمن کے ایک حصہ کا فرماں روا تھا مکہ میں مسلمان ہوا تھا اور اس شخص کے طفیل اس کے ملک میں بھی اسلام پھیل گیا تھا۔ ابوذر غفاریؓ ان کا بھائی انیسؓ، ان کی ماں اور نصف قبیلہ غفار، عیسائیان نجران سے ۲۰ کس، ضماد الازدی یمن کا مشہور کاہن، قبیلہ بنی الاشہل، تمیم ونعیم اور کچھ باشندگان ملک شام، حبش کے بہت لوگ وغیرہ وغیرہ۔ (۷۸)

یثرب (مدینہ) میں اشاعت اسلام: مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے جس آدمی نے یثرب سے مکہ آکر رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی وہ سوید بن صامت تھے جو دولت اسلام سے سرفراز ہوئے۔ وہ اپنی قوم میں بے حد عزت وتکریم کے مالک تھے کے شاعر اور ذہین وفطین شخص تھے اس لیے یثرب میں پُر وقار اور قابل اعتماد تھے۔ (۷۹) رجب ۱۰ نبوی میں عقبہ کی گھاٹی کے پاس آپ کو کچھ لوگ نظر آئے، ان لوگوں کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور قرآن کی آیات سنائیں۔ یہ لوگ اگرچہ مشرکین مکہ کی طرح بت پرست تھے لیکن یہود کی ہمسائیگی کی وجہ سے مذہبی کتابوں سے واقف تھے اور انہیں علم تھا کہ یہود ایک نبی کے منتظر تھے، چنانچہ یہ پیغام سنتے ہی انھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا۔ دیکھو کہیں یہود ہم سے بازی نہ لے جائیں۔ یہ کہہ کر سب نے ایک ساتھ اسلام قبول کر

لیا، ان کی تعداد چھ تھی۔ نبوت کے ۱۲ ویں سال یثرب کے بارہ آدمی مکہ میں آئے اور رسول کریم ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ ان میں نو خزرج کے اور تین اوس کے تھے۔ (۸۰) یہ بیعت ایک گھاٹی کے پاس ہوئی تھی اسی لیے اس کو "بیعت عقبہ اولیٰ" کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ اس بات کی خواہش بھی کی کہ ان کے ساتھ کوئی معلم بھیج دیا جائے جو انھیں اچھی اسلام سکھائے۔ حضور ﷺ نے مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں گھر گھر جا کر دعوت اسلام دینا شروع کر دی، روزانہ ایک دو نئے آدمی اسلام قبول کرتے۔ رفتہ رفتہ مدینہ میں اسلام کا اچھا خاصا چرچا ہو گیا۔ یہ لوگ جب مدینہ واپس گئے اور محنت کی تو مدینہ کے ہر گھر میں اسلام کا چرچا ہو گیا، ہر جگہ اسی کا تذکرہ ہوتا تھا۔ (۸۱) یہ بیعت ایک گھاٹی کے پاس ہوئی تھی اسی لیے اس کو "بیعت عقبہ اولیٰ" کہتے ہیں۔ یہ لوگ جب مدینہ واپس گئے اور محنت کی تو مدینہ کے ہر گھر میں اسلام کا چرچا ہو گیا، ہر جگہ اسی کا تذکرہ ہوتا تھا۔ ایک ہی سال کی محنت کے بعد آئندہ سال حج کے موقع پر مدینہ سے پھر قافلہ آیا۔ اس میں 73 مرد اور 2 عورتیں تھیں۔ حضور ﷺ نے ان کا بڑا استقبال کیا اور رات کے وقت ایک گھاٹی کے پاس ان سے دیر تک گفتگو فرمائی۔ سب نے عہد کیا اور بیعت کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم ہر حال میں اس پر قائم رہیں گے اور آپ ﷺ کا ساتھ دیں گے۔ تیہان کے بیٹے ابو الہیثم جو کہ مدینہ کے معزز لوگوں میں سے تھے عرض کیا کہ "ایسا نہ ہو کہ اللہ آپ ﷺ کے فتح عطا فرمائے تو آپ ﷺ ہم کو چھوڑ کر اپنی قوم میں لوٹ آئیں"۔ یہ سن کر آپ ﷺ مسکرائے اور پھر فرمایا "نہیں، میرا خون تمہارا خون ہے۔ میری آبرو تمہاری آبرو ہے۔ میری امان تمہاری امان ہے، تم میرے اور میں تمہارا ہوں۔ جس کو تم معاف کرو گے، اس کو میں بھی معاف کروں گا۔ جس سے تمہاری جنگ ہوگی، اس سے میری بھی جنگ ہوگی اور جس سے تمہاری صلح ہوگی اس سے میری بھی صلح ہوگی" اس کے بعد لوگوں نے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھا دیئے۔ سب ایک ساتھ بول اٹھے: مالی نقصان ہمیں گوارا ہے، سردار کا قتل ہونا بھی گوارا ہے۔ پر رسول اللہ ﷺ کو چھوڑنا گوارا نہیں۔ (۸۲)

اے اللہ کے رسول عہد پر ہم قائم رہیں تو یہ بتایئے اس پر ہم کو کیا ملے گا؟ آپ ﷺ

نے جواب دیا کہ اللہ پاک کی رضا اور جنت، یہ سن کر سب نے کہا کہ ہم اس پر راضی ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ ان حضرات نے اس عہد کو آخر دم تک پورا کیا، ان کی اولاد تک اس پر قائم رہی۔ اس بیعت کو "بیعت عقبہ ثانی" کہتے ہیں۔(۸۳) بیت العقبہ نے نئے دین کی راہیں کھول دیں اور ایک ایسے شہر میں بے روک ٹوک اسلام کو فروغ پانے کا موقع دیا۔ جہاں لوگ امید اور آزادی کی فضا میں کسی خوف وخطر سے بے نیاز اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں۔(۸۴)

قرآن اور پر امن دعوت و تبلیغ کی تاکید: ☆۱۔لَا إِكْرَاهَ فِيْ الدِّيْنِ (۸۵) **ترجمہ**: دین کے معاملے میں جبر واکراہ نہیں ہے

☆۲۔وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِيْ الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعاً أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (۸۶)

ترجمہ: اگر تیرا رب چاہتا تو تمام لوگ جو روئے زمین پر ہیں ایک ساتھ ایمان لے آتے۔ کیا تو لوگوں پر دباؤ ڈالے گا یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں؟

☆۳۔فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ (۸۷) **ترجمہ**: اگر وہ نہ مانیں تو تیرا کام صرف حکم کو صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

☆۴۔ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ (۸۸) **ترجمہ**: اور نہیں ہے رسول پر کوئی ذمہ داری مگر حکم کو صاف صاف پہنچا دینا۔

☆۵۔وَلَا تُجَادِلُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْا آمَنَّا بِالَّذِيْ أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَإِلٰهُنَا وَإِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُوْنَ (۸۹)

ترجمہ: اہل کتاب کے ساتھ، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا ہے، جھگڑا مت کرو مگر ایسے طریقے سے جو بہت اچھا ہو اور کہہ دو کہ ہم اس پر جو ہم پر اتارا گیا ہے ایمان رکھتے ہیں اور ہمارا اللہ اور تمہارا خدا ایک ہے اور ہم اسی کو مانتے ہیں۔

☆۶۔وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْراً وَنَذِيْراً وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۹۰)

ترجمہ: ہم نے نہیں بھیجا تجھ کو تمام لوگوں کی طرف مگر اس لیے کہ آپ خوش خبری دیں اور

ڈرائیں۔

☆۷۔وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (۹۱) **ترجمہ**: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر تم روگردانی کرو ہمارے پیغمبر کا کام صرف صاف صاف حکم پہنچا دینا ہے۔

☆۸۔قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا O قُلْ إِنِّي لَن يُجِيرَنِي مِنَ اللّٰهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِن دُونِهِ مُلْتَحَدًا O إِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسَالَاتِهِ (۹۲)

ترجمہ: کہہ دو کہ میں تمہارے حق میں نقصان اور نفع کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔۲۱۔(یہ بھی) کہہ دو کہ اللہ (کے عذاب) سے مجھے کوئی پناہ نہیں دے سکتا اور میں اس کے سوا کہیں جائے پناہ نہیں دیکھتا۔۲۲۔ ہاں اللہ کی طرف سے احکام کا اور اس کے پیغاموں کا پہنچا دینا (ہی) میرے ذمے ہے۔

☆۹۔وَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا (۹۳) **ترجمہ** اور صبر کرو جو (دل آزار) باتیں یہ لوگ کہتے ہیں اور اچھے طریق سے ان سے کنارہ کش رہو۔

دعوت و تبلیغ کی اهمیت قرآن کی روشنی میں: اس میں ثمرہ کا پاک کی بابرکت کلام میں سے چند آیات اور ان کا **ترجمہ** جن میں تبلیغ وامر بالمعروف تاکید و ترغیب فرمائی ہے پیش کرتا ہوں جس سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ خود حق سبحانہٗ وتقدس کو اس کا کتنا اہتمام ہے کہ جس کے لیئے بار بار مختلف عنوانات سے اپنے پاک کلام میں اعادہ کیا ہے۔تقریباً ساٹھ آیات تو میری کوتاہ نظر سے اس کی ترغیب اور توصیف میں گزر ہیں۔اگر کوئی دقیق النظر غور سے دیکھے تو نا معلوم کس قدر آیات معلوم ہوں۔ چونکہ ان س آیات کا ان سب جگہ جمع کرنا طول کا سبب ہوگا اس لئے چند آیات پر اکتفاء کرتا ہوں۔

۱۔وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُن وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۹۴)

ترجمہ ''اور تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہونے چاہئیں جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائ

چھی باتوں کا حکم دیاں اور بری باتوں سے منع کریں اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

۲. كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ تُؤْمِنُونَ بِاللّهِ (۹۵)

ترجمہ: تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لئے بھیجی گئی ہو۔ تم نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

۳. وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (۹۶) **ترجمہ**: ور نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔ اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر۔

۴. وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ لْمُنكَرِ (۹۷)

ترجمہ: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دینی مددگار ہیں و نیک کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں

۔ وَاللّهُ يَدْعُو إِلَى دَارِ السَّلاَمِ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (۹۸)

ترجمہ: اور اللہ سلامتی کے گھر (یعنی جنت) کی طرف دعوت دیتا ہے جسے چاہے سیدھا راستہ لھاتا ہے۔

. قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَاْ وَمَنِ اتَّبَعَنِي (۹۹)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سے خطاب ہے: آپ فرمادیجئے میرا راستہ تو یہی ہے کہ میں پوری بیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور جو میری پیروی کرنے والے ہیں وہ بھی (اللہ ںالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں)۔

.. ادْعُ إِلِى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ حْسَنُ (۱۰۰)

ترجمہ: آپ اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ دعوت دیجئے ران سے بہترین طریقے سے گفتگو کیا کیجئے

۸. یَا بُنَیَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنكَرِ وَاصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (۱۰۱)

ترجمہ :(حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کونصیحت کی جس کواللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا) میرے پیارے بیٹے! نماز پڑھا کرو، اچھے کاموں کی نصیحت کیا کرو، برے کاموں سے منع کیا کرواور جو مصیبت تم پر آئے اسکو برداشت کیا کرو، بیشک یہ ہمت کے کام ہیں

۹. وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (۱۰۲) **ترجمہ**:اوراس زیادہ اچھی بات والاکون ہے جواللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں۔

۱۰. وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ (۱۰۳) **ترجمہ**:اور سمجھاتے رہیے کہ سمجھانا ایمان والوں کو نفع دیتا ہے۔

۱۱. يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَاراً وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (۱۰۴)

ترجمہ: ایمان والو!تم اپنے آپ کو اوراپنے گھر والوں کواس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔اس آگ پر ایسے سخت دل اور زورآور فرشتے مقرر ہیں کہ انکو کوحکم بھی اللہ تعالیٰ دیتے ہیں وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ وہی کرتے ہیں جسکا ان کوحکم دیا جاتا ہے۔

۱۲. يَآ أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ (۱) قُمْ فَأَنذِرْ (۲) وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (۱۰۵) **ترجمہ**:اے لحاف میں لپٹنے والے۔کھڑا ہو پھر ڈرسنادے۔اوراپنے رب کی بڑائی بول

۱۳۔وَالْعَصْرِ (۱) اِنَّ الْاِنسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ (۲) اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝(۳) (۱۰۶) **ترجمہ** عصر کی قسم!۱۔ کہ انسان نقصان میں ہے۔۲۔مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں حق (بات) کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔

احادیث مبارکہ اور دعوت و تبلیغ :۱۔حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں

کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جو شخص تم سے کسی برائی کو دیکھے تو اس کو چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر (ہاتھ سے بدلنے کی) طاقت نہ ہو زبان سے اس کو بدل دے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے اسے برا جانے یعنی اس برائی کا دل میں غم ہو اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔(۱۰۷)

۲۔حضرت عُرس بن عمیرۃ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کی غلطیاں پر سب کو (جو اس غلطیاں میں مبتلا نہیں ہیں) عذاب نہیں دیتے البتہ سب کو اس صورت میں عذاب دیتے ہیں جب کہ فرمابردار جو قدرت کے نافرمانی کرنے والوں کو نہ روکیں۔(۱۰۸)

۳۔حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (حج کے موقع پر دس ذوالحجہ کو منیٰ میں خطبہ کے اخیر میں) ارشاد فرمایا: کیا میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کے احکام نہیں پہنچا دیئے۔(صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں) ہم نے عرض کیا: جی ہاں، آپ ﷺ نے پہنچا دیئے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ آپ (ان لوگوں کے اقرار پر) گواہ ہو جائیں۔پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں اس لئے کہ بسا اوقات دین کی باتیں جسکو پہنچائی جائیں وہ پہنچانے والے سے زیادہ یاد رکھنے ولا ہوتا ہے۔(۱۰۹)

۴۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم ضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ تمھاری دعا قبول نہ کریں گے۔(۱۱۰)

۵۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بنی اسرائیل میں سب سے پہلے یہ کمی پیدا ہوئی کہ جب ایک شخص کسی دوسرے سے ملتا اور اس سے کہتا فلانے اللہ تعالیٰ سے ڈرو، جو کام تم کر رہے ہو اسے چھوڑ دو اس لئے کہ وہ کام تمھارے لئے جائز نہیں۔پھر دوسرے دن اس سے ملتا تو اس کے نہ ماننے پر بھی وہ اپنے تعلقات کی وجہ سے اس کے ساتھ

کھانے پینے میں اور اٹھنے بیٹھنے میں ویسا ہونے لگا اور امر بالمعروف اور نہی المنکر کرنا چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمانبرداروں کے دل نافرمانوں کی طرح سخت کر دیئے۔ رسول اللہ ﷺ نے لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا مِنۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذٰلِکَ سے مِّنْهُمْ فَاسِقُوْن (۱۱۱)(الف) تک پڑھا (پہلی دو آیات کا **ترجمہ** یہ ہے) "بنی اسرائیل پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہم اسلام کی زبانی لعنت کی گئی، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے نکل جاتے تھے۔ جس برائی میں مبتلا تھے اس سے ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے۔ واقعی انکا یہ کام بیشک برا تھا" اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بڑی تاکید سے یہ حکم فرمایا کہ تم ضرور نیکی کا حکم کرو اور برائی سے روکو، ظالم کو ظلم سے روکتے رہو اور اسکو حق بات کی طرف کھینچ کر لاتے رہو اور اسے حق پر روکے رکھو۔ (۱۱۲)

۶۔ "مجھ سے (علم) آگے پہنچاؤ خواہ ایک آیت ہو۔" (۱۱۳)

۷۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص ہماری اتباع کرنے والوں میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے، ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے، نیکی کا حکم نہ کرے اور برائے سے منع نہ کرے۔ (۱۱۴)

۸۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنی زبان سے کوئی حق بات کہے، جس پر اسکے بعد عمل کیا جاتا رہے تو قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ اسکا اجر جاری فرماتے دیتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسکا پورا پورا ثواب عطا فرمائیں گے۔ (۱۱۵)

دعوت و تبلیغ میں نکلنے کے فضائل

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس کے جسم کے اللہ تعالیٰ کے راستہ کا غبار داخل ہو جائے اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ ضرور حرام فرمادیں گے۔ (۱۱۶)

۲۔ حضرت ابوعبس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے دونوں

قدم اللہ تعالیٰ کے راستہ میں غبار آلود ہو جائیں اللہ تعالیٰ انہیں دوزخ کی آگ پر حرام فرما دیں گے۔(۱۱۷)

۳۔حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے راستہ کا گرد وغبار اور جہنم کا دھواں کبھی کسی بندہ کے پیٹ میں جمع نہیں ہو سکتے اور بخل اور (کامل) ایمان کسی بندہ کے دل میں کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔(۱۱۸)

۴۔حضرت ابو امامہ باہلیؓ سے روایت ہے کی نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا چہرہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار آلود ہو جائے اللہ تعالیٰ اسکے چہرہ کو قیامت کے دن ضرور (دوزخ کی آگ سے) محفوظ فرمائیں گے اور جس شخص کے دونوں قدم اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار آلود ہو جائیں اللہ تعالیٰ اسکے قدموں کو قیامت کے دن دوزخ کی آگ سے ضرور محفوظ فرمائیں گے۔(۱۱۹)

۵۔حضرت عثمان بن عفانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ کے راستہ کا ایک دن اس کے علاوہ کے ہزار دنوں سے بہتر ہے۔(۱۲۰)

۶۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک صبح یا ایک شام دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔(۱۲۱)

۷۔حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک شام بھی نکلے جو جتنا گرد وغبار اسے لگے گا بقدر قیامت میں اسے مشک ملے گا۔(۱۲۲)

فریضہ ء دعوت و تبلیغ: اسلام کی تاریخ میں فریضہ تبلیغ ایسی چیز نہیں کہ اس کا خیال بعد کے زمانے میں پیدا ہوا ہو۔ یہ وہ فرض ہے جو مسلمانوں پر ابتدا ہی سے عائد کر دیا گیا تھا جیسا کہ قرآن مجید میں مندرجہ ذیل آیات سے ثابت ہے جن کو ان کے اوقات نزول کے اعتبار سے یہاں ترتیب دیا گیا ہے۔(۱۲۳)

۱۔ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ
وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ(۱۲۴)

ترجمہ: ''اے رسول (ﷺ) لوگوں کو اپنے پروردگار کے راستے کی طرف دانائی اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان کے ساتھ ایسے طریق پر مباحثہ کرو جو بہت اچھا ہو۔''

۲۔وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتَابَ مِن بَعْدِهِمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍO فَلِذَٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ آمَنتُ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِن كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُO(۱۲۵) **ترجمہ**: ''جن لوگوں نے انبیاء کے بعد ورثے میں کتاب پائی ہے ، وہ اس کے بارے میں شک میں ہیں، اس لیے ان کو بلائیے اور اس پر مضبوطی سے قائم رہیے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی مت کیجئے اور کہہ دیجئے کہ میں ایمان لایا ہوں اس کتاب پر جو اللہ نے اتاری ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل کروں۔ اللہ ہمارا پروردگار ہے اور تمہارا پروردگار ہے۔ ہمارے لیے ہمارے عمل ہیں اور تمہارے لیے تمہارے عمل۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہے اور ہمیں اکٹھا کرے گا اور ہمیں اسی کے پاس لوٹنا ہے۔''

ایسے ہی احکام ان مدنی سورتوں میں پائے جاتے ہیں جو ایسے زمانے میں نازل ہوئیں جبکہ رسول اللہ ﷺ کے زیر فرمان ایک بڑی فوج تھی اور ان کی قوت اپنے اوج کمال پر تھی۔

۳۔وَقُل لِّلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَأَسْلَمْتُمْ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوا وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ (۱۲۶) **ترجمہ**: ''اور وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی ہے اور جو ان پڑھ ہیں ان سے پوچھیے کہ کیا تم اللہ کے سامنے جھکتے ہو؟ اگر انہوں نے بات مان لی تو وہ بے شک ہدایت پر ہیں اور اگر انہوں نے نہ مانی تو تیرا کام محض پیام پہنچانا ہے اور اللہ اپنے بندوں کو خوب پہچانتا ہے۔''

٤۔وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۱۲۷)

ترجمہ ''اور تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہونے چاہئیں جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائیں اور

اچھی باتوں کا حکم دیاں اور بری باتوں سے منع کریں اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

٥۔لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ وَادْعُ إِلَى رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَى هُدًى مُّسْتَقِيمٍ O وَإِن جَادَلُوكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ (۱۲۸)

ترجمہ:"ہم نے ہرامت کے لیے ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے جس پر وہ چلتی ہے پس اس بارے میں تجھ سے کوئی نہ جھگڑے اور تو اپنے پروردگار کی طرف بلا۔ بے شک تو سیدھے راستے پر ہے اور اگر لوگ تجھ سے جھگڑیں تو کہہ دے کہ جو تم کرتے ہو اس کو اللہ خوب جانتا ہے۔"

خطابت کا حکیمانہ اسلوب: تبلیغ کے مختلف طریقے میں سے ایک طریقہ زبانی دعوت ہے۔اس کے فوائد بہت زیادہ اور دور رس ہیں اگر اس کے چند شروط کا خیال رکھا جائے، مثلاً یہ کہ اس کا موضوع وہ مسائل اور معاملات ہوں جن کا براہ راست عام انسانوں کے ساتھ کوئی علاقہ یا تعلق ہو۔ اور انہیں اسلامی شریعت کی روشنی میں اخوت اسلامی اور انفاق فی سبیل اللہ کی دعوت دینا۔خطیب کو اپنے خطبے کو زیادہ حکیمانہ اور مفید بنانے کے لیے چند باتوں کا خیال رکھنا لازمی ہے اور وہ یہ ہیں۔: ☆ا۔قرآن کریم اور سنت نبوی سے دلائل اور مسئلہ مذکورہ میں جس طرح محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کرامؓ نے اس کی تطبیق فرمائی تھی۔

☆ ۲۔خطبے کے اندر کتاب وسنت میں بیان کردہ عبرت انگیز اور سبق آموز قصص سے بھرپور معاونت لی جائے اور مختلف ضرب الامثال کے ذریعے اسے موثر بنایا جائے۔

☆۳۔ خطبہ کو بہت زیادہ طول نہ دینا جیسا کہ حدیث پاک میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔**ترجمہ**:"لمبی نماز اور مختصر خطبہ وتقریر انسان کے فقہ اور سمجھدار ہونے کی دلیل ہے اس لیے تم نماز کو لمبا اور خطبہ کو مختصر رکھو۔"(۱۲۹)

یہ حدیث مبارکہ جمعہ کے خطبے کے بارے میں آئی ہے مگر اس سے قیاس سارے خطبوں پر کیا جاتا ہے، الا یہ کہ جہاں طویل خطبے کی ضرورت ہو۔ ہمارے اسلاف اپنے خطبات میں طوالت سے پرہیز کرتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ بیزار ہو جائیں۔

☆۴۔چونکہ سامعین میں مختلف مکتب فکر اور تعلیمی پس منظر رکھنے والے لوگ ہوتے ہیں اس لیے

خطابت میں الفاظ عام اور آسان فہم ہوں تا کہ لوگوں کو سمجھنے کے لیے دشواری نہ ہو۔

☆۵۔ بیان کے دوران بار بار ایک ہی چیز کی بار بار دعوت پر زور نہیں دینا چاہیے، ہوسکتا ہے کہ اس سے لوگ اکتا جائیں۔حضور اکرم ﷺ بھی لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے وقت اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ لوگ اس سے اکتا نہ جائیں۔

☆۶۔ بعض الفاظ ومفاہیم کی تکرار میں کوئی قباحت نہیں جیسا کہ تقوی کی تاکید اور اللہ تعالیٰ کی پیروی واطاعت، اخروی زندگی کی تیاری اور مسلم امہ کے امور کا اہتمام اور اس کی مشکلات جاننے اور حل کرنے کی کوشش کرنا۔

☆۷۔ بیان شروع کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس حادثہ وقوعہ سے بات شروع کی جائے جس سے سامعین کی دلچسپی پیدا ہو جائے اور جو موجودہ تقاضوں کے مطابق ہو یا کوئی موثر اور نصیحت آموز قصہ ہواو پھر باقی خطبہ مکمل کر لینا چاہیے۔

☆۸۔ بیان میں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ نہ تو کلام میں تیزی ہو اور نہ ہی غیر ضروری طور پر آواز کو اونچا کیا جائے۔

☆۹۔ خطبے کا بہترین طریقے تو یہ ہے کہ برجستہ، نہ کہ کسی کاغذ وغیرہ پر لکھا ہوا ہو۔ اگر اس طریقے سے خطبہ دیتے پر قدرت نہ ہو تو پھر اوراق وغیرہ لکھ کر اس سے درس کے دوران مدد لی جاسکتی ہے۔ لیکن دونوں حالات میں سب سے پہلے انزار وتنبیہ سے بات کو شروع کرنا چاہیے۔

☆۱۰۔ قرآن کریم اور سنت نبویہ سے ان احادیث یا قرآن کریم کی آیات کریمہ کو پیش کرنا جو آسان فہم ہوں اور کسی بیان وتشریح کی متقاضی نہ ہوں جیسے ”جس نے اخلاص نیت سے لا الہ الا اللہ پڑھا جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔“

اور ارشاد ربانی تعالیٰ: عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ (۱۳۰) **ترجمہ:** ”اپنی فکر کرو، کسی دوسرے کی گمراہی سے تمھارا کچھ نہیں بگڑتا، اگر تم خود راہ راست پر ہو۔“

☆۱۱۔ سامعین کے احوال اور ان برائیوں کا ادراک جس میں وہ معاشرہ گرفتار ہے تا کہ نصیحت آمیز طریقے سے اس پر تنبیہ کی جائے۔ اگر ایک خطیب مذکورہ شروط کے ساتھ خطبہ دے تو انشاء

لٰلہٰذا نہایت پر اثر اور سود مند ثابت ہوگا۔

عمل کے ذریعے دعوت حکمت: مؤثر دعوت وتبلیغ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ لوگوں کو عمل پر ابھارا جائے اور اس کے تین طریقے ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اس مقصد کے لیے اداروں کا قیام، تاکہ یہ ادارے موثر طریقے سے اور حکیمانہ اسلوب کو پیش نظر رکھ کر واضح قواعد اور ضوابط کے تحت اس فریضے کو سرانجام دیں۔ امر بالمعروف کے مقدس فریضے کو انجام دینے کی حکیمانہ طریقے سے ہم نے تفصیلی بحث کی ہے، جب کہ نہی عن المنکر کے فریضے کی بجا آوری کے لیے درج ذیل قواعد ملحوظ رکھنا چاہئیں:

☆ ۱۔ یہ کہ ان منکرات ''برائیوں'' سے منع کرنے والا صاحب قدرت ہو تا کہ منکرات کی روک تھام کی کوشش بھی کر سکے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: **ترجمہ:** ''تم میں سے جو کوئی منکرات کو دیکھے تو چاہیے کہ وہ اپنے ہاتھ سے روکے۔ اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے اس کے خلاف بات کرے۔ اگر اس کی بھی طاقت نہ تو دل سے اس کو برا جانے۔ یہ ایمان کا ادنیٰ ترین درجہ ہے۔'' (۱۴۱)

☆ ۲۔ اگر داعی الی اللہ منکرات کو روکنے کی قدرت نہ رکھتا ہو یا یہ کہ اس کو منع کرنے سے اور زیادہ فساد پیدا ہوتا ہو، تو مناسب طریقہ یہ ہے کہ اس برائی کو دل سے تبدیل کیا جائے، یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ سے یہ دعا کی جائے: یا اللہ ہم اس برائی کو ناپسند کرتے ہیں اور اس پر راضی نہیں ہیں، تو ہمیں معاف فرما۔

☆ ۳۔ برائی سے نفرت لازمی ہے اور اس میں کوئی رخصت ونرمی نہیں برتنا چاہیے بلکہ حسب استطاعت اس کے ازالے کی کوشش کرنا چاہیے، جیسا کہ علمائے اسلام نے کیا ہے اور حضور اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ اس میں اصل چیز کراہت ہے۔
ترجمہ: ''جس نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ کے لیے بغض رکھا۔ اللہ کی خاطر دیا اور اللہ کی خاطر روک کر رکھا، تو گویا اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔'' (۱۴۲)

لیکن جو کوئی کسی برائی کو دل میں بھی برا نہ جانے تو اسے اپنے ایمان پر غور کر لینا چاہیے،

کیوں کہ اس کے بعد ایمان باقی نہیں رہتا۔ جب کہ ہاتھ سے برائی کو روکنا یہ چیز حسب استطاعت فرض ہے جیسا کہ آیت کریمہ کے اندر ہے:

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنفِقُوا خَيْراً لِّأَنفُسِكُمْ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۱۳۳)

ترجمہ: ''لہٰذا جہاں تک تمھارے بس میں ہو اللہ سے ڈرتے رہو، اور سنو اور اطاعت کرو، اور اپنے مال خرچ کرو، یہ تمہارے لیے ہی بہتر ہے۔ جو اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے بس وہی فلاح پانے والے ہیں۔''

☆۴۔ برائی کے ختم کرنے میں اگر مباح ذرائع بروئے کار لائے جائیں تو اس میں کوئی قباحت نہیں مثلاً مالی تعاون وغیرہ۔ دعوت الی اللہ اور تبلیغ کے لیے تیسرا میدان مختلف دینی، سماجی اور فاہی اداروں کا قیام ہے مثلاً مراکز اسلامیہ، زکوۃ کمیٹی، فری میڈیکل کیمپ، تعلیمی ادارے وغیرہ۔ ان اداروں کی کسی مسلمان ملک کے اندر بڑی ضرورت ہے اور اس سے وہاں کے افراد کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ ان اداروں کی اہمیت وضرورت بہت زیادہ ہے، چاہے یہ کسی چھوٹے پیمانے پر ہی کیوں نہ ہو اور اہل خیر حضرات کو ان اداروں کی توقیت اور استقامت کے لیے دل کھول کر مدد کرنا چاہیے تاکہ یہ ادارے ترقی کرین اور بہتر طریقے سے اسلام اور مسلمانون کی خدمت کر سکیں۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ **ترجمہ** ''اللہ کے نزدیک محبوب عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔'' (۱۳۴)

حکمت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت: وہ تمام لوگ دعوت الی اللہ کا کام کر رہے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی پیروی کریں اور ان کے اسوۂ حسنہ کا اتباع کریں۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کی دعوت کا طریقہ کار انتہائی عمدہ، آپ ﷺ کے اخلاق وسیرت نہایت جامع اور پراز حکمت ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی توصیف میں فرمایا ہے: قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لاَ يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ (۱۳۵)

ترجمہ: ''اے نبی! ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں ان سے تمہیں رنج ہوتا ہے، لیکن یہ لوگ تمہیں نہیں جھٹلاتے، بلکہ یہ ظالم دراصل اللہ کی آیات کا انکار کر رہے ہیں۔''

رسول اکرم ﷺ کی دعوت میں حکمت کا پہلو یہ تھا کہ آپ ﷺ نے سب سے پہلے اپنے اعزاء واقربا کو اسلام کی دعوت دی اور آپ ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لانے والی خاتون آپ کی زوجہ محترمہ خدیجہؓ بنت خویلد تھیں اس کے بعد آپ کے چچازاد بھائی علیؓ بن ابی طالب اور پھر آپ کے غلام زید بن حارثہ پھر ابو بکر صدیقؓ۔ اسی طرح آہستہ آہستہ یہ تعداد بڑھتی رہی اور جن لوگوں نے اس دعوت کو قبول کیا انہوں نے خود بھی اس کی اشاعت شروع کردی تین سال تک چوری چھپے اسلام کی دعوت پھیلتی رہی اور تقریباً ۴۰ مرد وخواتین نے اسلام قبول کیا۔ حضور اکرم ﷺ کی دعوت کی ایک اور حکمت یہ تھی کہ ان سب افراد کو دار ارقم بن ابی الارقم یا دار سعید بن زید میں جمع فرماتے اور قریش کی پہنچ سے دور انہیں امور دین سمجھاتے تھے اور جب حضرت عمرؓ اور حمزہؓ بن عبدالمطلب اور دیگر قریش کے بڑے اصحاب نے اسلام قبول کیا تو پھر حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ اعلانیہ دعوت دی جائے جیسا کہ آپ ﷺ نے دی (۱۳۶) اور جیسا کہ آپ ﷺ کو اللہ نے حکم دیا تھا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ○ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ○ الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهاً آخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ (۱۳۷) **ترجمہ**: ''پس اے نبی! جس چیز کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے اسے پکارے کہہ دو اور شرک کرنے والوں کی ذرا پرواہ نہ کرو۔ تمہاری طرف سے ہم ان مذاق اڑانے والوں کی خبر لینے کے لیے کافی ہیں۔ جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو بھی خدا قرار دیتے ہیں، عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا۔''

حضور اکرم ﷺ شب و روز اسلام کی اس دعوت کو عالمگیر بنانے کی کوششوں میں لگے رہے۔ چاہے وہ خفیہ دعوت ہو جیسا کہ اسلام کے ابتدائی دور میں یا علانیہ دعوت ہو۔ حضور اکرم ﷺ لوگوں کے پاس ان کی محافل میں، ان کے اجتماعات یا حج کے موسم میں حاجیوں کے پاس جاتے تھے۔ چاہے کوئی کمزور ہو یا قوی، اس کو اسلام کی دعوت دیتے تھے اور ان کے اعتراضات کے تسلی بخش جوابات دیا کرتے تھے۔ قریش اور دیگر لوگوں نے آپ ﷺ پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ

ڈالے اور آپ ﷺ کو دین حق کی اشاعت وتبلیغ سے روکا اور آپ ﷺ کے اصحابؓ پر بے تحاشا مصیبتیں ڈھائیں۔ ان تمام تر مشکلات اور تکلیفات کے باوجود رسول اکرم ﷺ نے اس پر صبر کیا اور ان تکالیف کو برداشت کیا۔ جن اصحاب کرامؓ پر ظلم وستم ڈھائے جاتے تھے آپ ﷺ ان کو مخاطب کر کے فرماتے تھے: **ترجمہ:** ''تم سے قبل زمانہ میں ایک شخص کو لایا جاتا اور سر پر آرہ رکھ پاؤں کے ٹخنوں تک دو حصوں میں چیر دیا جاتا، اتنا شدید ظلم بھی اس کو دین کے راستہ سے نہ ہٹا سکتا تھا'' (۱۳۸)

آپ ﷺ مندرجہ ذیل الفاظ میں ان کو خوشخبری سنایا کرتے تھے **ترجمہ:** ''اللہ اس کام کو مکمل کرائے گا یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت آئے گا اور اس کو اللہ کے خوف کے علاوہ کوئی ڈر نہ ہوگا یہاں تک کہ بھیڑیا بکریوں کے ریوڑ کی حفاظت کرے گا لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو'' (۱۳۹) حضور اکرم ﷺ کی ساری زندگی قربانی اور جہد مسلسل سے عبارت ہے۔ آپ ﷺ نے اسلام کی اس دعوت کو سب سے پہلے اپنے عزیز واقارب کو پھر خاندان والوں کو اور اس نتیجے میں آپ ﷺ کو بے تحاشا قربانیاں دینی پڑیں اور تکلیفین جھیلنی پڑیں یہاں تک کہ بعض اصحابؓ نے ابتداء میں حبشہ کی طرف ہجرت کر لی اور جب باقی افراد کے لیے بھی مکہ کی سرزمین تنگ ہوگئی تو سب مسلمانوں نے مل کر آنحضرت ﷺ کی رفاقت میں مکہ سے مدینہ ہجرت کر لی۔

دعوت، حکیمانہ سیاست: دعوت وتبلیغ کا اصل دلوں کے اندر ایمان پیدا کرنا اور قلوب کو ہدایت اور دین حق کی اطاعت پر آمادہ کرنا ہے کی وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت وپرستش شروع کریں اور یہ مقصد لوگوں کے حالات اور ظرف اور مناسب طریقہ کار کی بدولت ہی ممکن ہے اور وہ طریقہ استعمال کرنا چاہیے جسے وہ لوگ پسند کرتے ہوں اور ان کو اس میں کوئی مشقت نہ ہو۔ دعوت الی اللہ میں یہ حکمت عملی ضرور ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔

۱۔ مناسب وقت کا انتظار کرنا چاہیے جب سامع فارغ ہو اور وہ آپ کی بات سننے کے لیے تیار بھی ہو تو تب اس کو دعوت دینا چاہیے اور اس میں بھی لوگوں کا زیادہ وقت لینے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ حضور اکرم ﷺ بھی دعوت میں مناسب وقت کا خیال رکھتے تھے اور جب لوگ آپ ﷺ کو

سننے کی پوزیشن میں ہوتے تو پھر ہی آپ ﷺ ان کو نصیحت کرتے تھے۔حدیث شریف میں ہے:
ترجمہ: ''لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرو، انہیں مشکلات میں نہ ڈالو، خوشخبریاں سناؤ اور متنفر نہ کرو۔'' (۱۴۰)

☆۲۔فتنہ سے بچنے کی غرض سے بعض ایسے افعال کو ترک کیا جاسکتا ہے جن کے ترک کرنے میں کوئی ضرر یا گناہ نہ ہو۔جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے کعبہ کو گرانے اور اس کو قوائد ابراہیم علیہ السلام کے مطابق تعمیر کرانے سے فتنہ کے پیش اجتناب کیا۔

☆۳۔بعض اوقات اگر ضرورت کا تقاضہ ہو کہ کسی کو مال و دولت یا کوئی رتبہ یا حثیت دے کر بھی اسلام کی طرف راغب کیا جائے یہ بھی کیا جاسکتا ہے۔جیسا کہ اسلام نے زکوٰۃ میں مولفۃ القلوب کا حصہ بھی مقرر کیا ہے۔......ایک آدمی حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ نے اسے بکریوں کا پورا ریوڑ دے دیا، تا کہ وہ آدمی سلام قبول کرلے اور آگ کے عذاب سے بچ جائے۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تالیف قلب کے لیے تحفے تحائف بھی دیے جاسکتے ہیں اس لیے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: **ترجمہ**: ''تحفے دیا کرو کیونکہ اس سے محبت بڑھتی ہے۔'' (۱۴۱)

دعوت الی اللہ میں حکیمانہ سیاست کے پیش نظر حضور اکرم ﷺ نے بعض عہدے اور مناصب بھی عطا کیے تھے۔اس لیے آپ ﷺ نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا: **ترجمہ**: ''کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ لوگ بھیڑ بکریوں یا اموال کے ساتھ لوٹیں اور تم اپنے گھروں میں اللہ کے رسول کے ساتھ لوٹو اللہ کی قسم یہ لوٹنا بہتر ہے جس کے ساتھ وہ دوسرے لوٹیں گے تو انصار نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ہم اس بات پر راضی ہیں۔''

۴۔تالیف قلب کا ایک طریقہ کار یہ بھی ہے کہ انتقام اور بدلے کے بجائے صلح اور عفو سے کام لیا جائے اور نہایت حکیمانہ اسلوب ہے اور حسن السیرۃ کا اعلیٰ مظاہرہ اور اسلام کی طرف راغب کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔ارشاد ربانی ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ

عَنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ وَشَاوِرۡهُمۡ فِي الۡأَمۡرِ فَإِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَوَكِّلِيۡنَ (۱۴۲)**ترجمہ**:''(اے پیغمبر! ﷺ) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔ ورنہ اگر کہیں تم تندخو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد و پیش سے چھٹ جاتے۔ ان کے قصور معاف کردو، ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو، اور دین کے کام میں ان کو بھی شریک مشورہ رکھو، پھر جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہوجائے تو اللہ پر بھروسا کرو، اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اسی کے بھروسے پر کام کرتے ہیں۔''

۵۔ کسی مصلحت کے بغیر لوگوں کی خامیوں اور غلطیوں پر نکتہ چینی نہ کرنا، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: **ترجمہ**:''لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اپنی نظریں دوران نماز آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں چاہیے کہ وہ اس عمل سے رک جائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی نظروں کو اچک لیا جائے۔''(۱۴۳)

۶۔ مثالیں دے کر بات کو سمجھانا جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد: **ترجمہ**:''مومنین آپس میں ایک عمارت کی طرح ہیں جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے۔'' مقصود یہ ہے کہ مفہوم و مدعا مناسب اور پراثر طریقے سے ادا ہو جائے۔

قرآن مجید واحادیث مبارکہ کی روشنی میں داعی کی چند صفات

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے داعی کی چند ایسی صفات کا پتہ چلتا ہے کہ اگر داعی ان کو اپنے اندر پیدا کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے کام میں زیادہ برکت رکھ دیتے ہیں۔ داعی یہ صفات اپنے اندر پیدا کریں اور پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی زبان میں کیسے تاثیر پیدا کر دیتے ہیں۔

۱۔ **دل میں محبت الہیٰ پیدا کرنا:** سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اعمال اور عبادت کے ذریعے اپنے دل کو اللہ رب العزت کی محبت سے لبریز کر لیا جائے حتیٰ کہ وہ مقام مل جائے جس کو قرآن مجید میں فرمایا گیا: وَالَّذِيۡنَ آمَنُوۡا أَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (۱۴۴)**ترجمہ**:''اور ایمان

والوں کو اللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہوتی ہے۔"

یہ شدت محبت دراصل شدت ایمان ہے۔جب اللہ تعالیٰ کی اس طرح کی محبت دل میں ہوگی تو اس محبت کے ساتھ جو بندہ بات کرے گا وہ دوسرے کے دل پر پڑے گی۔از دل خیز دبر دل ریزد (جو بات دل سے نکلتی ہے وہ دل کے اوپر پڑتی ہے) یہی وجہ ہے کہ اگر عام آدمی کسی کو کوئی کام کہہ دے تو وہ آدمی کرنا شروع کر دیتا ہے کیونکہ کہنے والے کے الفاظ میں عمل کی پاکیزگی کی وجہ سے ایک برکت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دیتے ہیں۔یہ ہدایت کو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ہم جب اس فرض کو پورا کریں گے تو ہم اجر کے مستحق بن جائیں گے۔نتائج کو ہم اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیں۔وہ جب چاہے گا اور جسے چاہے گا متوجہ کر دے گا۔

۲۔بے غرض ہوکر دعوت دینا (اخلاص): ہر عمل میں کامیابی کے لئے سب سے پہلی شرط اخلاص ہے،لہٰذا ہر داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی دعوت میں اخلاص کا اہتمام کرے اور اپنے اس عمل میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھے۔اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ دنیا کے ان بیکار اور فانی نقشوں کی طرف متوجہ نہ ہو،اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ سے اسی بات کا اعلان کروایا۔قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ (۱۴۵) **ترجمہ:**"کہہ دو کہ میں تم سے اس کام کی اجرت نہیں مانگتا۔"اور فرمایا:وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ (۱۴۶) **ترجمہ:** اور میں اس کام کا تم سے صلہ نہیں مانگتا،میرا بدلہ ہے اسی پروردگار عالم پر۔"

پس داعی کسی عہدے،منصب،شہرت اور مرتبہ کا طالب نہیں ہوتا بلکہ وہ تو محض رضائے الٰہی پر نظریں جمائے رکھتا ہے۔یہ داعی کے لئے ایک بڑی اعلیٰ صفت ہے۔اس کے دل میں کوئی غرض مرض نہ ہو۔اسی لئے انبیاء کرام نے اپنی امتوں کو فرمایا:يَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا (۱۴۷) **ترجمہ:**"اے لوگو!میں اس کام کے بدلے تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا"

یعنی وہ کہنا چاہتے تھے کہ میں تجھے کچھ دینے آیا ہوں تم سے لینے نہیں آیا۔جب یوں بے غرض ہوکر دعوت دی جائے تو اس میں اور زیادہ برکت ہوتی ہے۔

۳۔**موقع و محل**: تبلیغ بلاشبہ ایک سچے جذبے اور حقیقی لگن کی متقاضی ہے، لیکن جوش جنوں میں موقع ومحل کا لحاظ نہ کرنا سخت مضر ہے۔ مثلاً ایک داعی حق کو ان تمام اوقات میں حق سے احتراز کرنا چاہیے جب مخاطب اعتراض اور نکتہ چینی کی طرف مائل ہو۔ نہ صرف اس حالت میں بلکہ دعوت پیش کرنے کے بعد بھی مخاطب پر اعتراض، نکتہ چینی کا دورہ پڑ جائے تو داعی کو چاہیے کہ بحث کو بڑھانے کی بجائے اس کو وہیں ختم کر کے وہاں سے ہٹ جائے اور کسی اور مناسب موقعہ کا انتظار کرے، جب مخاطب خالی الذہن یا کم از کم اعتراض و نکتہ چینی کے رجحان سے خالی ہو۔(۱۴۸) ارشاد ربانی ہے کہ وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (۱۴۹) **ترجمہ**: ''جب دیکھو ان لوگوں کو جو ہماری آیات پر نکتہ چینیاں کر رہے ہیں تو ان کو اعتراض کرو یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر کبھی شیطان تمہیں یہ بات فراموش کرا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔''

اسی طرح ایسے مواقع سے داعی کو اجتناب کرنا چاہیے جب مخاطب اپنی ایسی دلچسپی میں منہمک ہو جس کو چھوڑ کر دعوت حق کی طرف متوجہ ہونا اس کی طبیعت پر گراں گزرے۔ اگرچہ یہ حالت پہلی حالت سے اس اعتبار سے مختلف ہے کہ اس میں عناد و اختلاف کا جذبہ شامل نہیں ہے، لیکن مخاطب کی طبیعت کی عدم دلچسپی کے باعث دونوں حالتوں میں کوئی فرق نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے: **ترجمہ**: ''عکرمہ سے روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ لوگوں کو جمعہ جمعہ وعظ کیا کرو۔ اگر اس سے زیادہ ہو تو ہفتہ میں دو بار، اگر اس سے بھی زیادہ کرنا چاہو تو ہفتہ میں تین بار اور لوگوں اس قرآن سے بیزار نہ کرو، ایسا ہرگز نہ ہو کہ تم لوگوں کے پاس ایسے وقت میں آؤ جب وہ کسی اور دلچسپی میں ہوں اور اس کو ان کو وعظ سنانا شروع کر دو اور اس کا نتیجہ بیزاری ہے۔ ایسے موقع پر خاموش رہو یہاں تک کہ لوگ تم سے خواہش کریں تو ان کو سناؤ تا کہ تمہارا وعظ رغبت سے سنیں۔'' (۱۵۰)

٤۔**آسانی پیدا کرنا**: دین کو مشکل اور ناقابل عبور وادی بنا کر پیش کرنے کے بجائے اسے

آسان سے آسان اور قابل عمل چیز کی شکل میں پیش کرنا ایک داعی کی صفت اور ذمہ داری ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ **ترجمہ** اللہ تمہارے ساتھ نرمی اور آسانی چاہتا ہے، تمہارے ساتھ سختی کرنا نہیں چاہتا (۱۵۱)

ایک دوسری جگہ یہ اصولی بات بیان کی ہے کہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا **ترجمہ** اللہ کسی تنفس پر اس کی مقدرت سے بڑھ کر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا (۱۵۲) اہل ایمان کے بارے میں آپ ﷺ نے داعیان حق کے لیے صحیح طرز عمل بیان کرتے ہوئے فرمایا: **ترجمہ**: ''تم آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو۔ (۱۵۳) آپ ﷺ نے فرمایا: **ترجمہ**: ''آسانی پیدا کرو تنگی نہیں، خوشخبری دو لوگوں میں نفرت نہ پھیلاؤ۔'' (۱۵۴) ایک روایت ہے کہ حضرت موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے اصحاب میں سے کسی کام پر کسی کو بھیجتے تو فرماتے: خوش کرنا، بشارت دینا، نفرت نہ دلانا، آسانی پیدا کرنا، دشواری اور مشکل میں نہ ڈالنا'' (۱۵۵)

آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو یمن میں اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لیے متعین کیا اور رخصت کرتے ہوئے فرمایا: **ترجمہ**: ''دین الٰہی کو آسان کر کے پیش کرو، سخت بنا کر نہیں۔ لوگوں کو خوشخبری سنانا نفرت نہ دلانا۔'' (۱۵۶) ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کی خدمات انجام دینے والوں کا فرض ہے کہ وہ اداسی اور نفرت پھیلانے کے بجائے لوگوں کی خوشی کا باعث ثابت ہوں۔ سختی کی بجائے ان کی اصل پالیسی نرمی کی ہو۔

۵۔ بلا تخصیص دعوت دینا: جب دعوت دیں تو سب کو دیں، یہ نہ ہو کہ صرف لکھے پڑھے لوگوں کو دیں۔ لکھے پڑھے لوگوں کو بھی دعوت دیں اور ان پڑھ کو بھی دیں، چھوٹے کو بھی دیں اور بڑے کو بھی دیں، امیر کو بھی اور غریب کو بھی دیں۔ یاد رکھیں کہ جاہل لڑکے اور لڑکی کو بھی تو ایمان اور عمل کی ضرورت ہے۔ جس میں جتنی زیادہ طلب دیکھیں اس پر اتنی زیادہ محنت کریں۔ ایک نابینا صحابیؓ دل میں طلب لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی کیسی پشت پناہی فرمائی۔ اپنے محبوب ﷺ کو محبوبانہ انداز میں فرمادیا: عَبَسَ وَتَوَلّٰى (۱) أَن

جَاءَهُ الْأَعْمَى (١٥٧)**ترجمہ:** ''ترش رو ہوئے اور منہ پھیر بیٹھے کہ آیا ان کے پاس ایک نابینا''معلوم ہوا کہ جب کوئی طلب لے کر آئے تو اس بندے کو انسان ہمیشہ ہاں میں جواب دے۔جتنا بھی ممکن ہو وہ اپنے آپ کو گھلائے،اپنے آرام کو قربان کرے،اس کی حتمی الوسع کوشش یہی ہو کہ طلب کا جواب ہمیشہ ہاں میں دے۔

٦۔مخاطب کی نفسیات: حکمت تبلیغ کے لیے اہم بات جسے داعی کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے وہ مخاطب کی استعداد اور نفسیاتی کیفیات ہیں۔مثلاً عام مخاطب کی ذہنی استعداد کو ملحوظ رکھتے ہوئے منطقی استدلال اور فلسفیانہ بحثیں شروع کردی جائیں یا کسی دانشور سے گفتگو کرتے ہوئے بے رنگ اور بے ڈھپ انداز گفتگو اختیار کیا جائے، بلکہ لوگوں سے ان کی ذہنی استعداد کے مطابق بات کی جائے۔دعوت حق کی بعض مشکل تقاضے ہوتے ہیں اور بعض سہل۔داعی کو آغاز ہی میں وہ تمام باتیں نہیں بیان کرنی چاہیے جن سے اکتاہٹ اور تنفیر پیدا ہو۔داعی کو کسی حال میں بھی اپنے مخاطب کے اندر حمیت جاہلیت کے بھڑکنے کا موقع نہیں پیدا ہونے دینا چاہیے۔مخاطب کے معتقدات و روایات کے بارے میں محتاط انداز بیان اختیار کرنا چاہیے ،کیونکہ اندھی وابستگی کے باعث بعض اوقات وہ بالکل غیر متوزان ہوجاتا ہے۔داعیان حق کو اسی چیز سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔(١٥٨)ارشاد ربانی ہے کہ وَلَا تَسُبُّواْ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللهِ فَيَسُبُّواْ اللّهَ عَدْواً بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ (١٥٩)**ترجمہ:** ''اور تم گالی نہ دو ان کو جن کو یہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ حد سے گزر کر، بے جانے بوجھے اللہ کو گالی دے بیٹھیں۔ایسے ہی ہم نے ہر امت کی نظروں میں ان کے اعمال کھپا دیئے ہیں۔''

داعی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ خواہ مخواہ کی نفرتیں لیے پھرے۔اس کے لیے سب کے دل میں ہمدردی و خیر خواہی ہوتی ہے۔وہ دردمندی و دلسوزی سے اپنی بات کرتا ہے۔وہ بے سبب درپے آزار نہیں ہوتا اور مخاطب کے پسندیدہ عقائد و اشخاص پر بے تکی تنقید نہیں کرتا۔ارشاد ربانی ہے کہ:وَقُل لِّعِبَادِي يَقُولُواْ الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنزَغُ بَيْنَهُمْ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلإِنْسَانِ عَدُوّاً مُّبِيناً(٥٣) رَّبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ إِن يَشَأْ يَرْحَمْكُمْ أَوْ إِن يَشَأْ يُعَذِّبْكُمْ

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا (٥٤) وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَى بَعْضٍ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا (١٦٠) **ترجمہ:** ''اور میرے بندوں سے کہو کہ وہ بات جو کہیں بہتر ہے۔شیطان ان کے درمیان وسوسہ اندازی کرتا ہے۔بے شک شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔تمھارا رب تم کو خوب جانتا ہے۔اگر چاہے گا تم پر رحم کرے گا اور اگر چاہے گا تم کو عذاب دے گا اور تیرا رب خوب جانتا ہے اس کو جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور ہم نے بعض نبیوں کو بعض نبیوں پر فضیلت دی ہے اور ہم نے داؤد کو زبور دی۔''

اس ہدایت کا مقصد بھی یہی ہے کہ داعی حق کو ان تمام باتوں سے احتراز کرنا چاہیے جو عصبیت جاہلیت کو بھڑکانے والی اور مخاطب کو عناد و اختلاف کی راہ پر ڈال دینے والی ہوں۔ مخاطب کے معاشرتی وسیاسی مرتبہ کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اس کا غلط پندار بسا اوقات اسے حق بات کے سننے سے روک دیتا ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسی پہلو سے ہدایت کی گئی تھی۔اذْهَبَا إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى O فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى (١٦١) **ترجمہ:** ''فرعون کے پاس جاؤ، وہ سرکش ہوگیا ہے اور اس سے نرمی سے بات کرو تاکہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈرے۔''

دعوت حق کو نرم انداز میں کہنے کی بات سے کہیں یہ مراد نہ لی جائے کہ مخاطب کے سیاسی و معاشرتی مرتبہ کے پیش نظر ایسی بات کی جائے جس سے حق کے وقار کو نقصان پہنچے۔داعی کو ان تمام طریقوں سے پرہیز کرنا چاہیے جن سے دعوت کی عظمت وشان میں فرق آتا ہو۔جو سننا نہیں چاہتے ان کو سنانے کے درپے ہونا، بھگنے والوں کے پیچھے پڑ جانا اور گھمنڈ کرنے والوں کی تواضع کرنا بس وہیں تک جائز ہے کہ داعی کی خودداری اور دعوت کی عظمت کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور نہ دعوت کے کام میں کوئی پہلو ابتذال اور اوچھے پن کا پیدا ہونے پائے۔اسی حق کا تقاضا ہے کہ وہ پوری خوادداری کے ساتھ ایسے لوگوں سے الگ ہوجائے اور صرف انہی لوگوں کو اپنی توجہ کا مرکز بنائے جن میں حق کی طلب اور علم کی پیاس موجود ہے۔(١٦٢)

سورۃ عبس کی آیات میں اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔أَمَّا مَنِ اسْتَغْنَى O

فَأَنتَ لَهُ تَصَدَّى ٥ وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكَّى ٥ وَأَمَّا مَن جَاءَكَ يَسْعَى ٥ وَهُوَ يَخْشَى ٥ فَأَنتَ عَنْهُ تَلَهَّى ٥ كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ٥ فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ٥ فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ٥ مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ٥ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ ٥ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ٥ (۱۶۳) **ترجمہ:** "لیکن جو بے پروائی برتتا ہے آپ ﷺ اس کے پیچھے پڑتے ہیں حالانکہ آپ ﷺ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے اگر وہ اپنے آپ کو نہ سدھارے اور وہ جو آپ ﷺ کے پاس شوق سے آتا ہے اور اپنے اللہ سے ڈرتا بھی ہے تو آپ ﷺ اس سے بے پروائی برتتے ہیں، ہرگز نہیں۔ یہ تو ایک یاددہانی ہے سو جو شخص چاہے اس سے فائدہ اٹھائے، معزز، بلند رتبہ اور پاکیزہ صحیفوں میں گرامی قدر اور باوفا منشیروں کے ہاتھ میں۔" تبلیغ کے جوش میں یہ بات بھی جائز نہیں کہ آدمی جس مجلس میں چاہے جا دھمکے اور کوئی ہو نہ ہو وہ اپنی بات سنائے بغیر نہ ٹلے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے **ترجمہ:** "میں تمہیں اس حال میں نہ دیکھو کہ تم کسی جماعت کے پاس جاؤ اور وہ اپنے کسی اور کام میں مشغول ہوں اور اسی حالت میں تم ان کو اپنا وعظ سنانا شروع کردو، بلکہ تمہیں چاہیے کہ خاموش رہو اور جب لوگ فرمائش کریں تو ان کو سناؤ اور وہ خواہش سے سنیں۔" (۱۶۴) یہ بات بھی حکمت تبلیغ کے خلاف ہے کہ دعوت کے لیے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ وہ لوگوں کے لیے بوجھ بن جائے اور وہ اس سے گھبرانے لگیں۔ "ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود لوگوں کو ہر جمعرات وعظ سنایا کرتے تھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا اے ابو عبدالرحمٰن میری خواہش ہے کہ آپ روزانہ وعظ کیا کریں۔ انہوں نے کہا میں ایسا اس وجہ سے نہیں کرتا کہ کہیں تم پر بوجھ نہ بن جاؤں۔ میں بھی اسی طرح ناغہ کر کے تمہیں نصیحت سناتا ہوں جس طرح آنحضرت ﷺ ہم کو ناغہ کر کے نصیحت سنایا کرتے تھے کہ ہم بیزار نہ ہو جائیں۔" (۱۶۵)

۷۔ مربوط گفتگو: عام حالات میں مخاطب کی رعایت رکھتے ہوئے دین کی بنیادی باتیں ایک خاص ترتیب سے پیش کی جائیں۔ ضروری نہیں ہے کہ ساری باتیں ایک ہی وقت میں پیش کی جائیں۔ چنانچہ بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ "حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمان کی طرف بھیجتے ہوئے فرمایا کہ تم اہل کتاب کے ایک گروہ کی

طرف جارہے ہو تو پہلے ان کو اس بات کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اگر وہ اس کو مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر رات اور دن میں پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے۔ اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان کے مالداروں پر زکوۃ فرض کی ہے کہ وہ ان کے مالداروں سے وصول کر کے ان ہی کے غریبوں میں تقسیم کی جائے گی۔ اگر وہ اسے بھی مان لیں تو خبردار ان کے اچھے مالوں کے لینے سے بچنا اور ہمیشہ مظلوم کی فریاد سے بچنے کی کوشش کرنا کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔" (۱۶۶) اس روایت سے بخوابی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دین کو لوگوں کے لیے کس طرح آسان اور قابل قبول شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ (۱۶۷)

۸۔ دل میں رحمت و شفقت ہونا: داعی کا دل ہمیشہ رحمت و شفقت سے بھرا ہونا چاہیے کیونکہ یہ نبی ﷺ کا کام ہے۔ غصہ بھر جانا، دوسروں کے بارے میں طبیعت کے اندر بغض آجانا، ذرا سی بات پر چڑھ جانا یا ایک دفع کہہ کر روٹھ جانا کہ جی میں نے اس سے کہا تھا لیکن وہ تو سنتا ہی نہیں، یہ داعی کے کام نہیں ہیں۔ نبی ﷺ اپنے چچا ابو جہل کے گھر بقول علامہ شبلی نعمانی، تین ہزار (۳۰۰۰) مرتبہ اللہ کی دعوت دینے کے لئے تشریف لے گئے۔ اس سے پتہ چلا کہ طبیعت کے اندر دوسروں کی خیر خواہی ہو۔ (۱۶۸) اسی لئے انبیاء کرام میں سے ہر ایک نے فرمایا: إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الإِصْلَاحَ (۱۶۹) **ترجمہ:** "میں تو جہاں تک مجھ سے ہو سکے تمھاری اصلاح ہی چاہتا ہوں" انبیاء کرام دنیا میں تشریف لا کر جو دعوت کا کام کرتے تھے اس کا مقصد اصلاح ہوتا تھا۔ مگر یہ چیز انسان کو اس وقت ملتی ہے جب وہ اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ جب وہ عبادت میں، اللہ کے ذکر میں اور فکر میں خوب لگ کر اللہ تعالی سے مانگتا ہے تو اللہ تعالی یہ تمام صفات اس کے بندے کو عطا فرما دیتے ہیں۔

۹۔ صبر و ضبط کا مظاہرہ: تبلیغ کے دوران میں اکثر ایسے مواقع آتے ہیں کہ دوسرے لوگ بے جا سوالات اٹھا اٹھا کر یا حجتیں کر کر کے مبلغ کا تمسخر اڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ قرآن حکیم میں تمام انبیاء کے واقعات میں ہمیں یہ چیز نظر آتی ہے کہ لوگ نبیوں کو طرح طرح سے تنگ

کرتے رہے ہیں حتیٰ کہ جب انتہا ہو جاتی تو اللہ کا عذاب ان بد بخت لوگوں پر نازل ہو جاتا۔ مگر ہر نبی نے اللہ کی ہدایت کے مطابق انتہائی صبر و ضبط کا مظاہرہ کیا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن حکیم میں جگہ جگہ تلقین کی گئی ہے کہ "ان کو معاف کر دو اور درگزر کرو۔" سورۂ عصر میں مومنانہ زندگی کی جو چار چیزیں بطور شرط بیان ہوئی ہیں ان کی آخری چیز یہی 'صبر' کی تلقین ہے کہ مومن کو تبلیغ و اشاعت دین کی راہ میں قدم قدم پر مزاحمتیں پیش آئیں گی مگر ہر جگہ مومن صبر و تحمل سے خدا کی خاطر برداشت کرتا جائے خدا آخرت میں اس 'صبر' کو بطور خاص انعام سے نوازے گا۔ (۱۷۰) نبی کریم ﷺ کے اخلاق و اوصاف میں صبر کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ آپ ﷺ نے جن حالات میں دعوت کا کام کیا اور اس طرح مشکلات برداشت کیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ یہ صبر کی صفت تھی کہ آپ ﷺ نے یہ تکالیف برداشت کیں۔ رسول اللہ ﷺ پر قریش کی دست درازیوں اور ایذا رسانیوں کی تفصیلات کتب و حدیث و سیرت میں موجود ہیں۔ (۱۷۱) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں دو بدترین پڑوسیوں کے درمیان رہتا تھا ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط۔ یہ دونوں میرے دروازے پر نجاستیں لا کر ڈالا کرتے تھے۔ (۱۷۲) داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سفر طائف کو بھی سامنے رکھے اور تمام مشکلات پر صبر و تحمل اور برداشت کا مظاہرہ کرے۔

۱۰۔ تہجد میں اللہ تعالیٰ سے مانگنا: انبیاء کرام کے بارے میں قرآن کریم میں آتا ہے کہ وہ رات کے آخری پہر میں اٹھ کر اللہ تعالیٰ سے مانگا کرتے تھے۔ کَانُوا قَلِيلاً مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ٥ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ (۱۷۳) **ترجمہ:** "وہ راتوں کو بہت کم سویا کرتے تھے اور سحر کے وقت استغفار کیا کرتے تھے" ایک اور مقام پر فرمایا: إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَباً وَرَهَباً وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ (۱۷۴) **ترجمہ:** "وہ خیر کے کاموں میں جلدی کرنے والے تھے اور اللہ کو پکارتے تھے امید اور خوف کے ساتھ اور وہ ہم سے خشوع اختیار کرنے والے تھے"

گویا داعی کے دل میں خشوع بھی ہو، خوف بھی ہو، امید بھی ہو اور وہ اللہ سے راتوں

کو مانگ بھی رہا ہو۔ جب وہ یوں مانگتا ہو تو پھر اللہ رب العزت اس کو عطا فرما دیتے ہیں۔ نبی ﷺ بھی اپنی امت کے بارے میں غمزدہ رہتے تھے۔ اسی طرح داعی کو بھی چاہیے کہ وہ غمزدہ رہے اور اللہ سے دعائیں مانگے۔ وہ زبان سے دعوت دے اور پھر نمازیں پڑھ کر، تہجد پڑھ کر اور ذکر و مراقبے کر کے اللہ سے رو کر بھی مانگے۔ رات کو اٹھ کر مانگنا ایک بڑی نعمت ہے۔

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو　　　کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

رسول اللہ ﷺ کے تین شاگرد رشید جن کے نام عبداللہ تھے۔ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے اور آپ ﷺ ان تینوں سے اتنے خوش تھے کہ تہجد کی نماز کے بعد ان کے لیے بعض اوقات نام لیکر دعائیں فرمایا کرتے تھے اور نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ امام المفسرین بنے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام المحدثین بنے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ امام الفقہاء بنے۔ (۱۷۵)

۱۱۔ اسلام کا عملی نمونہ: ہر مبلغ اسلام کے لیے ضروری ہے کہ وہ جو بات دوسروں کو کہتا ہے، اس پر پہلے خود عمل کرے کیونکہ اس سے بڑھ کر اس کے دعوے کی سچی دلیل اور کوئی نہیں ہو سکتی اور اس کا کردار اس کے دعوے کی تردید کرتا ہو تو اس سے بڑھ کر اس کے خلاف اور کوئی ہتھیار نہیں ہوگا۔ قرآن مجید میں بڑی سختی سے حکم دیا گیا ہے کہ: **يَـا أَيُّهَـا الَّذِيـنَ آمَنُـوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُون ۝ كَبُـرَ مَقْتـاً عِنـدَ اللّـهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ** (۱۷۶)

ترجمہ "اے ایمان والو کیوں کہتے ہو منہ سے جو نہیں کرتے، بڑی بیزاری کی بات ہے اللہ کے یہاں کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو"۔

تقریر سے ممکن ہے نہ تحریر سے ممکن　　　وہ کام جو انسان کا کردار کرے ہے

۱۲۔ توکل علی اللہ: توکل کے لغوی معنی ہیں بھروسہ کرنا اور اصطلاح میں اللہ پر بھروسہ کرنے کے ہیں۔ توکل قرآن پاک کی اصطلاح کا اہم لفظ ہے۔ توکل نام ہے کسی کام کو پورے ارادے اور عزم و تدبر کے ساتھ انجام دینے اور یہ یقین رکھنا کہ اگر اس کام میں بھلائی تو اللہ تعالیٰ ضرور ہمیں اس میں کامیابی عطا کرے گا۔ (۱۷۷) مبلغ کے لیے توکل کی صفت کا بھی ہونا ضروری

ہے۔خدا پر بھروسہ انسان کے لیے ہر قسم کی مشکلات میں اطمینان قلب کا ذریعہ بن جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا (۱۷۸) **ترجمہ**: ''آپ (ﷺ) ان منافقوں سے درگزر کریں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں اور اللہ ہے کام بنانے والا''۔اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (۱۷۹) **ترجمہ**: ''اور جو اللہ پر بھروسہ کرے گا تو وہی اس کو کافی ہے''توکل کے متعلق قرآن پاک میں بے شمار آیتیں ہیں جن میں صرف دو مختصر آیات اوپر دی گئی ہیں۔قرآن پاک کی ان سب آیات میں سے ہر ایک کا مفہوم یہ ہے کہ ہم مشکلات کے ہجوم میں ہمیشہ استحکام عزم اور استقلال کے ساتھ اپنے کام میں لگے رہیں اور اللہ کی مدد سے کام کے حسب دل خواہ نتیجہ پیدا ہونے کا یقین رکھیں۔(۱۸۰)

۱۳۔باطل کی کثرت سے متاثر نہ ہو: داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی کا تاثر قبول نہ کرے،وگرنہ وہ احساس کمتری میں مبتلا ہو جائے گا اور دعوت کی سرگرمیاں انجام نہ دے سکے گا۔ داعی دیکھے گا کہ بہت کم لوگ ایسے ہوں ہیں جو دینی اصلاحی مجالس میں حاضر ہوتے ہیں۔اس صورت حال کو دیکھ کر دل چھوٹا نہ کرے اس لیے کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا (۱۸۱) **ترجمہ** ''آپ اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پائیں گے''۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس بات کو صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ کہ نافرمان اور اہل معصیت ہمیشہ زیادہ ہوتے ہیں۔ارشاد ہوتا ہے کہ وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ (۱۸۲) **ترجمہ** ''میرے بندوں میں شکر گزار تھوڑے ہیں۔''مزید ارشاد ہوتا ہے کہ ☆۱۔وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ (۱۸۳) **ترجمہ** ''اور بہت سے لوگ گو تم کتنی ہی خواہش کرو ایمان لانے والے نہیں ہیں'' ☆۲۔أَفَأَنتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ (۱۸۴) **ترجمہ** ''تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہوں کہ وہ مومن ہو جائیں۔'' ☆۳۔لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ (۱۸۵) **ترجمہ**: تم ان پر داروغہ نہیں ہو''۔داعی کسی عذاب وحساب کی قدرت نہیں رکھتے۔داعی کا کام محض یہ ہے کہ محبت واخلاص کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائیں،ان کے

دل میں جنت کا شوق جاگزیں کریں، اگر لوگ داعی کی بات مان لیں تو اللہ کا شکرادا کریں اور اگر وہ ایسا نہ کرسکیں تو داعی کو چاہیے کہ معاملہ اللہ کے سپرد کردیں۔(۱۸۶)

۱۴۔اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو: داعی کے لیے ضروری ہے کہ لوگوں کے گناہوں اور نافرمانیوں کو دیکھ کر ان پر غصہ کا مظاہرہ نہ کرے۔رسول اللہ ﷺ کے پاس حد جاری کرنے کے لیے ایسا آدمی بھی لایا گیا جس نے پچاس سے زائد مرتبہ شراب پی تھی۔اسے دیکھ کر ایک کہنے لگے "اللہ اسے رسوا کرے" اسے کتنی ہی بار لایا جاچکا ہے" اس کی یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ غضبناک ہوگئے اور فرمایا" یہ بات کہہ کر شیطان کی مدد نہ کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میرا اس کے بارے میں یہی خیال ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔" (۱۸۷) دعوت کے کام کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کی ہدایت سے ناامید نہ ہو۔اللہ تعالیٰ سے لوگوں کی ہدایت کا سوال کرتا رہے اور اس عمل میں جلد بازی سے کام نہ لے۔کیونکہ ہمارے پیارے نبی ﷺ مکہ میں تیرہ سال لاال الہ الا اللہ کی دعوت دیتے رہے اور مشرکین کی طرف سے روح فرسا سلوک کے باوجود مایوسی کا شکار نہ ہوئے۔(۱۸۸)

۱۵۔دعوت کی زبان: قرآن نے مبلغ وداعی کے لیے جو اصول وقواعد بتائے ہیں اور داعی اسلام خاتم الرسل ﷺ نے اپنی عملی زندگی سے ان اصولوں کی جس حقانیت کا ثبوت فراہم کیا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ان اصولوں میں ایک اہم اصول داعی کی زبان اور اس کا اسلوب بیان ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ایک مبلغ وداعی کی حیثیت سے گفتگو کا بے نظیر اسوہ چھوڑا ہے۔آپ ﷺ کی داعیانہ اور مبلغانہ کلام کا تجزیہ کرنے ظاہر ہوتا ہے: **هو المسك ما كررته يتضوع**. اس طرز کلام میں وحدت مقصود، توضیح وتشریح، پرجوش استدلال، نرم روی اور مخاطب کی نفسیات کا لحاظ تک تمام خصائص شامل تھے۔مثلاً آپ ﷺ کے تمام خطبات اور جملہ مباحث ایک ہی مقصد کا پتہ دیتے ہیں۔ان میں کوئی تضاد وتناقض نہیں۔وہی اطاعت خداوندی اور وہی خدمت انسانی ہر جگہ کارفرما نظر آتی ہے۔غالباً اسی لیے آپ ﷺ کی ذات سے شعر کی نفی کی۔رب

کائنات نے فرمایا: "وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهٗ" (۱۸۹) ترجمہ: "اور ہم نے ان (پیغمبر ﷺ) کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ وہ ان کو شایاں ہے۔"

بالعموم شاعر کے سامنے کوئی متعین منزل نہیں ہوتی وہ اپنی خواہشات واحساسات کا تابع ہوتا ہے۔ قرآن نے اس حقیقت کو واشگاف الفاظ میں بیان کیا ہے: وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ o أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ oوَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ (۱۹۰) **ترجمہ**: "اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں سر مارتے پھرتے ہیں اور کہتے وہ ہیں جو کرتے نہیں۔"

پر جوش استدلال کا اندازہ اس روایت سے ہوتا ہے: ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ جب خطبہ دیتے۔ آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بھاری ہو جاتی، جوش تیز ہو جاتا یہاں تک کہ معلوم ہوتا کہ آپ ﷺ کسی دشمن فوج کے آپڑنے کے خطرہ سے آگاہ کر رہے ہیں۔ فرماتے وہ تم پر صبح کو آپڑے یا شام کو۔" (۱۹۱)

یہ جوش وجذبہ یقیناً اس ہمدردی کا باعث ہوتا ہے جو مبلغ وداعی کو اپنی قوم سے ہوتی ہے۔ کلام کا نرم انداز مخاطب میں سننے کی صلاحیت کو مستحکم کرتا ہے اور اُسے ضد وعناد کا شکار ہونے نہیں دیتا۔ اسی لیے قرآن پاک میں وضاحت سے آیا ہے کہ مخالف کو تحقیر واستخفاف کے انداز سے مخاطب نہ کریں: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (۱۹۲) **ترجمہ**: "اور جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں ان کو گالی نہ دو کہ وہ تجاوز کر کے بے جانے بوجھے اللہ کو گالی دے بیٹھیں۔" ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ oوَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (۱۹۳) **ترجمہ**: "برائی اور بھلائی دونوں یکساں نہیں ہوسکتیں۔ برائی کو بھلائی سے دفع کرو تو تم دیکھو گے جو تمہارا دشمن تھا اب وہ تمہارا دلی دوست بن گیا ہے اور یہ حکمت صرف ان لوگوں کو ملتی ہے جو صبر کرنے والے ہوتے ہیں اور ان کو ملتی ہے جو بڑے نصیب دار ہوتے ہیں، اگر تمہارے دل میں شیطان کی طرف سے کوئی دغدغہ پیدا ہو ہی جائے تو اللہ کی

پناہ ڈھونڈ و وہ سننے والا، جاننے والا ہے۔"

داعی کو مناظرانہ انداز کلام سے ہمیشہ بچتے رہنا چاہیے۔ یہاں تک کہ اگر مخاطب کے متعلق اندازہ ہو جائے کہ وہ مناظرہ پر اتر آیا ہے تو داعی حق کو کنارہ کشی اختیار کرنی چاہیے کیونکہ مناظرہ بازی سے کسی کو قائل نہیں کیا جا سکتا۔

فَلا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ وَادْعُ إِلَى رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَى هُدًى مُّسْتَقِيمٍ ٥ وَإِن جَادَلُوكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ٥ اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ (۱۹۴)

ترجمہ: "پس وہ اس معاملہ میں تم سے جھگڑا کرنے کوئی راہ نہ پائیں اور تم اپنے رب کی طرف دعوت دو۔ تم ایک سیدھی راہ ہو، اگر وہ تم سے مناظرہ کرنا چاہیں تو کہہ دو اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔ تمہارے درمیان قیامت کے روز فیصلہ کرے گا ان چیزوں کے بارے میں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو۔" مخاطب کی نفسیات کے ملحوظ رکھے بغیر درست ابلاغ ممکن نہیں۔ داعی کے لیے الفاظ و معانی کے انتخاب میں طول و اختصار کلام، انداز بیان ولب ولہجہ کے خاص معیار کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ آپ ﷺ نے تاکید فرمائی کہ جب نصیحت کرو تو مختصر کرو۔ آپ ﷺ نے خطبہ کہ اختصار کو خطیب کی دانشمندی قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ ترجمہ: " آدمی کی نماز کا طویل ہونا اور خطبہ کا مختصر ہونا اور اس کی سوجھ بوجھ کی علامت ہے۔ تو نماز لمبی کرو اور خطبہ مختصر کرو اور بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔" (۱۹۵) اسی طرح مخاطب کے مرتبہ وفہم کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ حضور اکرم ﷺ بات کو دہرا کر اچھی طرح ذہن نشین کراتے۔ ترجمہ: "آنحضرت ﷺ کوئی بات فرماتے تھے تو اسے تین بار دہراتے تھے تاکہ خوب سمجھ میں آ جائے۔" (۱۹۶)

اس امت کی سب سے اہم ذمہ داری نیابت رسول ﷺ ہے۔ کیونکہ رسول ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اس لیے پیغمبرانہ کام کو جاری رکھنا اور رسالت کے فرائض کو انجام دینا مجموعی طور پر امت کی ذمہ داری ہے۔ پیغمبر ﷺ کے فرائض میں تلاوت آیات، تعلیم کتاب و حکمت، تزکیہ نفس، اقامت دین، امر بالمعروف ونہی المنکر اور عموعی طور پر شریعت الٰہیہ کا نفاذ

شامل ہے اس لیے امت مسلمہ اس کار پیغمبری کی مکلف ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کا لازمی نتیجہ ہے کہ امت کار نبوت کو جاری رکھے اور اس میں کوتاہی نہ کرے۔ دعوت وتبلیغ میں نور باطن ایک ایسا نور ہے جو اللہ تعالیٰ عمل میں اخلاق اور اتباع سنت کی وجہ سے مومن بندے کو عطا فرما دیتے ہیں۔ جب انسان اس نور بصیرت کو لے کر چلتا ہے تو پھر اس کا فیض آگے دوسروں تک پہنچ جاتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ہمارے اکابر کے ایک ایک سفر میں ہزاروں کی تعداد میں کفار کفر کو چھوڑ کر اسلام کی طرف متوجہ ہو جایا کرتے تھے۔ اسلام کے ذرائع نشر واشاعت کے لیے ضروری ہے کہ قرآن کی اس ہدایت کو کہ "انہیں سمجھاؤ اور ایسی نصیحت کرو جو ان کے دلوں میں اتر جائے" (۱۹۷) گرہ باندھ لینا چاہیے۔ اسلام ایک رواں دواں متحرک دین ہے جو زمان و مکان کی حد بندیوں اور جمود و ثبات سے نا آشنا ہے اس کی طبیعت کا یہ پھیلاؤ و ہمہ گیریت کے ان عناصر پر منحصر ہوگا جو اس نے فراہم کیے ہوں گے۔ ہم مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ ہر چیز کے بارے میں اپنا نقطہ نظر متاثر کن دلائل کے ساتھ عام کریں جو ہمارے مؤقف کی وضاحت کر سکیں اور یہ بتا سکیں کہ ہم کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔

دعوت وتبلیغ کے نتیجے میں کفار کی نسل میں قائدین اسلام پیدا ہوئے چنانچہ ولید بن مغیرہ کی اولاد میں خالد بن ولیدؓ اور ابوجہل کی اولاد میں عکرمہ بن ابی جہل پیدا ہوئے۔ اس دعوت وتبلیغ سے پہلے دنیا پر جاہلیت کی کارفرمائی تھی۔ اس کا ضمیر متعفن تھا اور روح بدبودار تھی۔ قدریں اور پیمانے مختل تھے۔ ظلم اور غلامی کا دور دورہ تھا۔ فاجرانہ خوش حالی اور تباہ کن محرومی کی موج نے دنیا کو تہ و بالا کر رکھا تھا۔ اس پر کفر و گمراہی کے تاریک اور دبیز پردے پڑے ہوئے تھے، حالانکہ آسمانی مذاہب و ادیان موجود تھے، مگر ان میں تحریف نے جگہ پالی تھی اور ضعف سرایت کر گیا تھا۔ اس کی گرفت ختم ہو چکی تھی اور وہ محض بے جان و بے روح قسم کے جامد رسم و رواج کا مجموعہ بن کر رہ گئے تھے۔ جب اس دعوت وتبلیغ نے انسانی زندگی پر اپنا اثر دکھایا تھا انسانی روح کو وہم و خرافات، بندگی و غلامی، فساد و تعفن اور گندگی و انارکی سے نجات دلائی اور معاشرۂ انسانی کو ظلم و طغیان، پراگندگی و بربادی، طبقاتی امتیازات، حکام کے استبداد اور کاہنوں

کے رسوا کن تسلط سے چھٹکارا دلایا اور دنیا کو عفت و نظافت، ایجادات و تعمیر، آزادی و تجدد، معرفت و یقین وثوق و ایمان، عدالت و کرامت اور عمل کی بنیادوں پر زندگی کی بالیدگی، حیات کی ترقی اور حقدار کی حق رسائی کے لیے تعمیر کیا۔ غرض اس دعوت و تبلیغ کی بدولت عربی وحدت، انسانی وحدت اور اجتماعی وجود میں آ گیا۔ نوع انسانی کو دنیاوی مسائل اور اُخروی معاملات میں سعادت کی راہ مل گئی بالفاظ دیگر زمانے کی رفتار بدل گئی۔ رُوئے زمین متغیر ہوگئی، تاریخ کا دھارا مڑ گیا اور سوچنے کے انداز بدل گئے۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر صلاح الدین ثانی/ مکالمہ واتحاد بین المذاہب کی مذہبی بنیادیں/ کراچی/ مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثانی/ ۲۰۰۵ء/ ص ۳۸

۲۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمین/ لاہور/ مکتبہ اسلامیہ/ جلد اول/ ص ۱۵۲

۳۔ دین رحمت/ شاہ معین الدین ندوی/ کراچی/ مکتبہ عارفین/ ۱۹۶۷/ ص ۲۹

۴۔ سورہ المائدہ/ آیت نمبر ۳

۵۔ سورہ الفاتحہ/ آیت نمبر ۱

۶۔ سورہ سبا/ آیت نمبر ۲۸

۷۔ سورہ الانبیاء/ آیت نمبر ۱۰۷

۸۔ سورہ البقرہ/ ۱۸۶

۹۔ القرآن

۱۰۔ القرآن

۱۱۔ خطبہ حجۃ الوداع/ ڈاکٹر نثار احمد/ لاہور/ کتاب سرائے/ ۲۰۰۵/ ص ۱۷۳۔۱۸۱

۱۲۔ ولی الدین خطیب تبریزی/ مشکوۃ المصابیح باب الشفقہ والرحمہ/ ج ۲/ ص ۱۲۳

۱۳۔ محمد فواد عبدالباقی/ المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم/ ص ۸۲۔۸۷/ ص ۹۳۔۹۹/ سورہ العلق، آیت ۱۔۵

۱۴۔ ہدایت انسان کی روحانی، باطنی ضرورت ہے۔ جس کا اہتمام اللہ رب العالمین نے آدم علیہ السلام کے ہبوط ارضی کے ساتھ ساتھ فرمایا۔ دیکھیے سورہ البقرہ آیت نمبر ۳۸۔۳۹

۱۵۔ نبی اور رسول میں فرق نہیں، دونوں کا تقرر بارگاہ احدیت سے ہوتا ہے، دونوں کو وحی الہام سے نوازا جاتا ہے، تاہم اصطلاحی طور پر نبوت ورسالت میں فرق ہے۔ رسول، کتاب، صحیفہ، شریعت کا حامل ہوتا ہے جبکہ نبی نہیں ہوتا اس لیے ہر رسول نبی ہی ہوتا ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔

۱۶۔ سورہ الحجر/آیت نمبر ۱

۱۷۔ سورہ الانبیاء/آیت نمبر ۱۰۷

۱۸۔ سورہ الفتح/آیت نمبر ۲۸

۱۹۔ سورہ النحل/آیت نمبر ۳۶

۲۰۔ سورہ مریم/آیت نمبر ۵۸

۲۱۔ سورہ انعام/آیت نمبر ۸۴

۲۲۔ سورہ النحل/آیت نمبر ۵۹

۲۳۔ سورہ ص/آیت نمبر ۴۷

۲۴۔ سورہ فاطر/آیت نمبر ۳۲

۲۵۔ سورہ ص/آیت نمبر ۴۸

۲۶۔ سورہ آل عمران/آیت نمبر ۸۴، سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۳۶

۲۷۔ سورہ البقرہ/آیت نمبر ۲۸۵

۲۸۔ سورہ البقرہ/آیت نمبر ۲۵۳

۲۹۔ آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیاء ورسل کے درمیان اور باتوں کے علاوہ بقول قاضی عیاض ایک فرق اور بھی تفصیل کے لیے دیکھیے الشفا/ج ۱/ص ۲۳۶

۳۰۔ سورہ مائدہ/ ۶۷، ۹۹، سورہ عنکبوت/ ۱۸، سورہ تغابن/ ۱۲، سورہ اعراف/ ۲۲، ۲۸، ۹۳، سورہ الجن/ ۲۳، سورہ النحل/ ۳۵

۳۱۔ سورہ بقرہ/ ۱۲۹، ۱۵۱، سورہ آل عمران/ ۱۶۴، سورہ جمعہ/ ۲، سورہ زمر/ ۷۱

۳۲۔ سورہ النحل/ ۱۵

۳۳۔ سورہ توبہ/ ۳۲، سورہ الفتح/ ۲۸، سورہ الصف/ ۹

۳۴۔ سورہ النساء/۸۵،۱۰۵، سورہ حدید/۲۵

۳۵۔ سورہ البقرہ/۱۱۹، سورہ اسراء/۱۰۵، سورہ فرقان/۲۲، سورہ احزاب/۴۵، سورہ فاطر/۲۴، سورہ فتح/ص ۸

۳۶۔ ڈاکٹر خالد علوی/انسان کامل/لاہور/الفیصل ناشران/۲۰۰۲/ص ۶۸۵

۳۷۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی/اسلامی اصول اور اس کے مبادی/لاہور/اسلامک پبلی کیشنز/ص ۲۱۸

۳۸۔ سورہ فتح/آیت نمبر ۲۹

۳۹۔ سورہ محمد/آیت نمبر ۲

۴۰۔ دنیا ایک نئے عالمی نظام کی تلاش میں/سیرت النبی ﷺ پر مقالہ/لاہور/ایجوکیشن ناشر/۱۹۹۲ء/ص ۳

۴۱۔ سورہ الانبیاء/آیت نمبر ۱۰۷

۴۲۔ سورہ احزاب/آیت نمبر ۴۰

۴۳۔ پروفیسر حسن الدین ہاشمی/اسلامیات/لاہور/اٹلس پبلشنگ ہاؤس/ص ۲۷

۴۴۔ سورہ الاعراف/آیت نمبر ۱۵۸

۴۵۔ ڈاکٹر نثار احمد/خطبہ حجۃ الوداع/لاہور/بیت الحکمۃ/۲۰۰۵/ص ۹۸

۴۶۔ آداب دعوت وتقریر/شیخ عائض بن عبداللہ قرنی/مترجم مولانا محمد اویس سرور/لاہور/ص ۵

۴۷۔ سورہ رعد/آیت نمبر ۴۰

۴۸۔ سورہ ابراہیم/آیت نمبر ۵۲

۴۹۔ قرآنی فلسفہ تبلیغ/ڈاکٹر طاہر القادری/لاہور/منہاج القرآن پبلیکیشنز/ص ۱۲

۵۰۔ مطالعہ اسلامی تہذیب/محمد ارشد خان بھٹی/لاہور/۱۹۹۱ء/ص ۲۵۸

۵۱۔ سورہ نساء/آیت ۱۶۵

۵۲۔ سورہ ابراہیم/آیت نمبر ۵۲

۵۳۔ قرآنی فلسفہ تبلیغ/ڈاکٹر طاہر القادری/لاہور/منہاج القرآن پبلیکیشنز/ص ۷

۵۴۔ سورہ رعد/آیت نمبر ۴۰

۵۵۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا/سید قاسم محمود/جلد ۱/لاہور/الفیصل ناشران/ص ۵۱۶

۵۶۔ سورہ یٰس/آیت نمبر ۱۷

۵۷۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا/سید قاسم محمود/جلد ۱/لاہور/الفیصل ناشران/ص ۵۱۶

۵۸۔ سورہ آل عمران/آیت نمبر ۱۱۰

۵۹۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا/ سید قاسم محمود/ جلد۱/ لاہور/ الفیصل ناشران/ ص ۵۱۷
۶۰۔ تاریخ اسلام/ نجیب احمد آبادی/ جلد اول/ ص ۱۲۲
۶۱۔ فضائل اعمال/ مولانا محمد ذکریا/ لاہور/ کتب خانہ فیضی/ ص ۱۱
۶۲۔ طبقات ابن سعد/ ج۱/ ص ۲۲۱ اور سیرت ابن ہشام/ ج ۲/ ص ۷۰
۶۳۔ سیرت ہادی برحق ﷺ/ گوہر ملسیانی/ لاہور/ علم وعرفان پبلیشرز/ ص ۲۰۲
۶۴۔ سیرت حلبیہ/ ج ۲/ ص ۲۲۰' یہ نصرانی مسلمان ہوگیا' طبقات ابن سعد/ ج للہ/ ص ۱۲۱
۶۵۔ فضائل اعمال/ مولانا محمد ذکریا/ لاہور/ کتب خانہ فیضی/ ص ۱۲
۶۶۔ سیرت ہادی برحق ﷺ/ گوہر ملسیانی/ لاہور/ علم وعرفان پبلیشرز/ ص ۲۰۳
۶۷۔ دیکھئے سورہ احقاف
۶۸۔ سورہ الجن/ آیت نمبر ۱
۶۹۔ القرآن الکریم وترجمہ معانیہ وتفسیرہ الی اللغتہ الاردیہ/ تفسیر شیخ السلام علامہ شبیر احمد عثمانی/ القرآن کمپلیکس/ مدینہ منورہ/ ص ۷۵۸-۷۵۹
۷۰۔ زرقانی/ جلد۱/ ص ۳۷۲-۳۷۴، ابن سعد نے بھی ان سب قبائل کا ذکر کیا ہے۔ مختصر السیرۃ شیخ/ عبداللہ ص ۱۴۹
۷۱۔ مستدرک حاکم/ جلد اول/ ص ۱۵
۷۲۔ سیرت النبی ﷺ/ جلد۲/ علامہ سید سلیمان ندوی/ لاہور/ الفیصل ناشران/ ص ۱۵
۷۳۔ یثرتب کے رہنے والے خزرجی شاعر تھے۔ ۱۱ نبوی میں حج یا عمرے کے لیے مکہ تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی انہوں نے اسلام قبول کرلیا
۷۴۔ یثرب کے باشندے تھے۔ قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۱ نبوی میں مکہ آئے۔ اور اسلام قبول کیا۔
۷۵۔ یہ یمن کے رہنے والے تھے اور عرب کا مشہور افسوں گر تھا۔ یہ شنوہ قبیلہ کے رئیس تھے
۷۶۔ قبیلہ دوس کے سردار تھے۔ نبوت کے ۱۱ سال مکہ آئے اور اسلام قبول کیا
۷۷۔ یثرب کے باشندے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر پہنچی تو مکہ آ کر اسلام لائے
۷۸۔ رحمتہ للعالمین/ قاضی سلیمان سلمان منصور پوری/ جلد اول/ لاہور/ مکتبہ اسلامیہ/ ص ۹۶-۹۷
۷۹۔ سیرت ہادی برحق ﷺ/ گوہر ملسیانی/ لاہور/ علم وعرفان پبلیشرز/ ص ۲۰۳
۸۰۔ سیرت سید البشر/ چوہدری غلام رسول چیمہ/ لاہور/ علم وعرفان پبلیشرز/ ص ۱۵۸

۸۱۔ سیرت سید المرسلین ﷺ / سید صدیق احمد ندوی / کراچی / مجلس نشریات اسلام / ۱۹۹۸ء / ص ۳۱

۸۲۔ سیرت ہادی برحق ﷺ / گوہر ملسیانی / لاہور / علم و عرفان پبلیشرز / ص ۲۴۲

۸۳۔ سیرت سید المرسلین ﷺ / سید صدیق احمد ندوی / کراچی / مجلس نشریات اسلام / ۱۹۹۸ء / ص ۳۱

۸۴۔ Life of Muhammad/Tahia Al-Jamial/Page 78

۸۵۔ سورہ بقرہ / آیت نمبر ۲۵۶ / سورہ نمبر ۲

۸۶۔ سورہ یونس / آیت نمبر ۹۹ / سورہ نمبر ۱۰

۸۷۔ سورہ النحل / آیت نمبر ۸۲ / سورہ نمبر ۱۶

۸۸۔ سورہ نور / آیت نمبر ۵۴ / سورہ نمبر ۲۴

۸۹۔ سورہ العنکبوت / آیت نمبر ۴۶ / سورہ نمبر ۲۹

۹۰۔ سورہ سبا / آیت نمبر ۲۸ / سورہ نمبر ۳۴

۹۱۔ سورہ تغابن / آیت نمبر ۱۲ / سورہ نمبر ۶۴

۹۲۔ سورہ جن / آیت نمبر ۲۱۔۲۳ / سورہ نمبر ۷۲

۹۳۔ سورہ المزمل / آیات نمبر ۱۰ / سورہ نمبر ۷۳

۹۴۔ سورہ آل عمران / ۱۰۴

۹۵۔ سورہ آل عمران / آیت نمبر ۱۱۰

۹۶۔ سورہ المائدہ / آیت نمبر ۲

۹۷۔ سورہ توبہ / آیت نمبر ۷۱

۹۷۔ سورہ یونس / آیت نمبر ۲۵

۹۸۔ سورہ یوسف / آیت نمبر ۱۰۸

۹۹۔ سورہ النحل / آیت نمبر ۱۲۵

۱۰۰۔ سورہ لقمان / آیت نمبر ۱۷

۱۰۳۔ سورہ حم سجدہ / آیت نمبر ۳۳

۱۰۴۔ سورہ الذاریات / آیت نمبر ۵۵

۱۰۵۔ سورہ تحریم / آیت نمبر ۶

۱۰۶۔ سورہ المدثر / آیت نمبر ۱ تا ۳

۱۰۷۔ سورہ النصر ا تا ۳

۱۰۷۔ رواہ مسلم/ باب بیان کون النھی عن المنکر میں الایمان/ رقم ۱۷۷

۱۰۸۔ طبرانی روجالہ ثقات/ مجمع الزوائد/ ۵۲۸

۱۰۹۔ رواہ البخاری/ باب قول النبی ﷺ لاترجعوابعدی کفارا/ رقم ۷۰۷۸

۱۱۰۔ رواہ الترمذی وقال: ھذا حدیث حسن، باب ماجاء فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر/ رقم ۲۱۶۹۔

۱۱۱۔ سورہ مائدہ/ آیت نمبر ۷۸ تا ۸۱

۱۱۲۔ رواہ ابوداؤد/ باب الامر والنھی/ رقم ۴۳۳۶

۱۱۳۔ ترمذی/ کتاب العلم/ باب ماجاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل/ ۵/ ۴۰

۱۱۴۔ رواہ الترمذی وقال: ھذا حدیث غریب/ باب ماجاء فی رحمۃ الصبیان/ رقم ۱۹۲۱

۱۱۵۔ رواہ مسند احمد/ ۳/ ۲۶۶

۱۱۶۔ رواہ مسند احمد، طبرانی/ مجمع الزوائد/ ۵/ ۵۰۲

۱۱۷۔ رواہ احمد/ ۳/ ۴۷۹

۱۱۸۔ رواہ النسائی/ باب فضل من عمل فی سبیل اللہ علی قدمہ/ رقم ۳۱۱۲

۱۱۹۔ رواہ البیھقی فی شعب الایمان/ ۴/ ۴۳

۱۲۰۔ رواہ النسائی/ باب فضل الرباط/ رقم ۳۱۷۲

۱۲۱۔ رواہ البخاری/ باب صفۃ الجنۃ والنار/ رقم ۶۵۶۸

۱۲۲۔ رواہ ابن ماجہ/ باب الخروج فی النفیر/ رقم ۲۷۷۵

۱۲۳۔ دعوت اسلام/ ٹی ڈبلیو آرنلڈ مترجم ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ/ لاہور/ محکمہ مذہبی امور واوقاف حکومت پنجاب/ جنوری ۲۰۰۴/ ص ۲۵

۱۲۴۔ سورہ النحل/ آیت نمبر ۱۲۵

۱۲۵۔ سورہ الشوریٰ/ آیت نمبر ۱۴۔ ۱۵

۱۲۶۔ سورہ آل عمران/ آیت نمبر ۲۰

۱۲۷۔ سورہ آل عمران/ ۱۰۴

۱۲۸۔ سورہ الحج/ آیت نمبر ۶۷۔ ۶۸

۱۲۹۔ حدیث صحیح، جامع الالبانی، رقم ۲۱۰۰

۱۳۰۔ سورہ مائدہ/سورہ نمبر۵/آیت نمبر۱۰۵
۱۳۱۔ حدیث صحیح فی جامع الالبانی، رقم ۶۲۵۰
۱۳۲۔ حدیث صحیح
۱۳۳۔ سورہ التغابن/سورہ نمبر۶۴/آیت نمبر۱۶
۱۳۴۔ حدیث صحیح وھوفی الالبانی، رقم ۱۶۳
۱۳۵۔ سورہ انعام/سورہ نمبر۶/آیت نمبر۳۳
۱۳۶۔ دعوت میں حکمت کی اہمیت/محمد حسن رقیط مترجم حافظ شمس الرحمان اصلاحی/ راولپنڈی/ ظلال القرآن فاؤنڈیشن/ص ۳۶
۱۳۷۔ سورہ الحجر/سورہ نمبر۱۵/آیت نمبر۹۴۔۹۶
۱۳۸۔ دعوت میں حکمت کی اہمیت/محمد حسن رقیط مترجم حافظ شمس الرحمان اصلاحی/ راولپنڈی/ ظلال القرآن فاؤنڈیشن/ص ۳۷
۱۳۹۔ حدیث صحیح فی جامع الالبانی، رقم ۴۳۵۰
۱۴۰۔ حدیث صحیح فی جامع الالبانی، رقم ۸۰۸۶
۱۴۱۔ حدیث صحیح فی جامع الالبانی، رقم ۳۰۰۴
۱۴۲۔ سورہ آل عمران/سورہ نمبر۳/آیت نمبر۱۵۹
۱۴۳۔ حدیث صحیح فی جامع الالبانی، رقم ۵۵۷۴
۱۴۴۔ سورۃ البقرۃ/آیت نمبر۱۶۵
۱۴۵۔ سورہ الفرقان/آیت نمبر۵۷
۱۴۶۔ سورہ الشعراء/آیت نمبر۱۰۹
۱۴۷۔ سورہ ھود/آیت نمبر۵۱
۱۴۸۔ دعوت دین/۱۰۲
۱۴۹۔ سورہ الانعام/آیت نمبر۶۸
۱۵۰۔ مشکوۃ/کتاب العلم/الفصل/الثالث/۱/۴
۱۵۱۔ سورہ البقرہ/آیت نمبر۱۸۵
۱۵۲۔ سورہ البقرہ/آیت نمبر۲۸۶

۱۵۳۔ عون المعبود/کتاب الطھارۃ/باب الارض یصیبھا البول/۱/۱۳۵
۱۵۴۔ صحیح بخاری/کتاب العلم/باب العلم قبل القول/۱/۲۵/صحیح مسلم/کتاب الجہاد/باب فی الامر بالتیسیر/۵/۱۴۱
۱۵۵۔ ابوداؤد
۱۵۶۔ صحیح مسلم/کتاب الجہاد/فی الامر بالتیسیر/۵/۱۴۱
۱۵۷۔ سورہ عبس/آیت نمبر ۱تا۲
۱۵۸۔ انسان کامل/ڈاکٹر خالد علوی/لاہور/الفیصل ناشران/ص ۱۶۶
۱۵۹۔ سورۃ الانعام/۱۰۹
۱۶۰۔ سورہ بنی اسرائیل/۵۳۔۵۵
۱۶۱۔ سورہ طٰہٰ/سورہ نمبر ۲۰/آیت نمبر ۴۳
۱۶۲۔ دعوت دین/ص ۶۸
۱۶۳۔ سورہ عبس/۵۔۱۶
۱۶۴۔ مشکوٰۃ/کتاب العلم/الفصل الثالث/۱/۸۴
۱۶۵۔ صحیح بخاری/کتاب العلم/باب من جعل لاھل العلم ایاما معلومۃ/۱/۲۵
۱۶۶۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم
۱۶۷۔ دعوت اسلامی اور اس کے اصول وآداب/محمد فاروق خاں/لاہور/اسلامک پبلیکیشنز/ص ۲۸
۱۶۸۔ خطبات فقیر/پیر ذوالفقار نقشبندی/فیصل آباد/مکتبہ الفقیر/ص ۲۰۷
۱۶۹۔ سورہ ھود/آیت نمبر ۸۸
۱۷۰۔ مطالعہ اسلامی تہذیب/ارشد بھٹی/لاہور/اصباح الادب چوک/ص ۲۶۱
۱۷۱۔ انسان کامل/ڈاکٹر خالد علوی/لاہور/الفیصل ناشران/ص ۲۳۷
۱۷۲۔ زرقانی/شرح مواہب/۱/ص ۲۵۱
۱۷۳۔ سورہ الذریت/آیت نمبر ۱۷تا۱۸
۱۷۴۔ سورہ انبیاء/آیت نمبر ۹۰
۱۷۵۔ خطبات فقیر/پیر ذوالفقار احمد نقشبندی/فیصل آباد/مکتبہ الفقیر/ص ۲۰۹
۱۷۶۔ سورہ الصف/آیت نمبر ۲تا۳

۱۷۷۔ اسلامیات / پروفیسر سعید اختر / اسلام آباد / علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی / ص ۱۸۴

۱۷۸۔ سورہ النساء / آیت نمبر ۸۱

۱۷۹۔ سورہ طلاق / آیت نمبر ۳

۱۸۰۔ اسلامیات / پروفیسر سعید اختر / اسلام آباد / علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی / ص ۱۸۵

۱۸۱۔ سورہ احزاب / آیت نمبر ۲۲

۱۸۲۔ سورہ سبا / آیت نمبر ۱۳

۱۸۳۔ سورہ یوسف / آیت نمبر ۳

۱۸۴۔ سورہ یونس / آیت نمبر ۹۹

۱۸۵۔ سورہ الغاشیہ / آیت نمبر ۲۲

۱۸۶۔ آداب دعوت و تقریر / شیخ عائض بن عبداللہ قرنی مترجم مولانا محمد اویس سرور / دارالکتاب / ص ۳۰

۱۸۷۔ اخرجہ البخاری / ۶۷۸۱

۱۸۸۔ آداب دعوت و تقریر / شیخ عائض بن عبداللہ قرنی مترجم مولانا محمد اویس سرور / دارالکتاب / ص ۳۰

۱۸۹۔ سورہ یٰس / آیت نمبر ۶۹

۱۹۰۔ سورہ الشعراء / ۲۲۴_۲۲۶

۱۹۱۔ صحیح مسلم / کتاب الصلوٰۃ / باب تخفیف الصلوٰۃ والخطبہ / ۲ / ۱۱

۱۹۲۔ سورہ الانعام / ۱۰۸

۱۹۳۔ سورہ حم السجدۃ / ۳۳_۳۶

۱۹۴۔ سورہ الحج / ۶۷_۶۹

۱۹۵۔ صحیح مسلم / کتاب الصلوٰۃ / باب تخفیف الصلوٰۃ والخطبہ / ۲ / ۱۱

۱۹۶۔ صحیح بخاری / کتاب العلم / باب من اعاد الحدیث ثلاثاً / ۱ / ۲۲

۱۹۷۔ سورہ نساء / آیت نمبر ۶۳

★★★

★